Abstract

This article throws light on the definition, subject, purpose, necessity as well as on the importance of Seerat-un-Nabi.

First of all the actual meaning of the word 'Seerah' is defined in accordance with the famous Urdu, Arabic and English dictionaries. Then its contextual and synonymous meanings are also described.

Later on, the subject of 'Seerat-un-Nabi; is discussed in detail in the light of Qur'an and Ahadith. It is proved that the studying and following the foot prints of the Prophet is essential for the success of temporal and spiritual life. He is the role model for the entire humanity. God has sent him to teach the people the Book and wisdom and clean them of all impurities.

At the end, the art and process of writing 'Seerat-un-Nabi', and its various styles and methods are introduced.

سیرتِ طیّبہ ایمان اور عقل کی روشنی میں

پروفیسر جمیلہ خانم☆

سیرت کی لغوی تعریف:

''سیرۃ'' عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ اسم ہے، جس کا مصدر ''سیرا'' ہے جس کے معنی ہیں چلنا۔ جبکہ سیرت کے معنی ہیں چال چلن۔ مختلف لغات میں لفظ ''سیرۃ'' کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

السیرۃ

السنة، الطريقة، المذهب. الحالة التى يكون عليها الانسان هو ذو سيرة صالحة (١)

ترجمہ: سنت طریقے اور راستے کو کہتے ہیں وہ حالت جس پر انسان ہوتا ہے، اس کی سیرت صالحہ ہوتی ہے۔

۲) سار کا اسم ہے۔ عادت، طریقہ، طرز زندگی، ہیئت، سوانح عمری، لوگوں کے ساتھ برتاؤ کی کیفیت، سیرۃ کی جمع سیر ہے۔

من طابت سريرته حمدت سيرته۔(٢)

ترجمہ: پاک باطن خوش عادت ہوتا ہے۔

۳) **السنة، الطريقة، الحالة التى يكون عليها الانسان وسيرة النبويه و كتب السير: ماخوذة من السير بمعنى الطريقة۔(٣)**

ترجمہ: سیرت سے مراد سنت اور طریقہ۔ وہ حالت جس پر انسان ہوتا ہے۔ سیرت نبویہ اور کتب سیر (یہ دونوں) ماخوذ ہیں لفظ سیرت سے۔ اس کے معنی طریقے کے ہیں۔

۴) **الطريقة يقال (سار) بهم سيرة حسنة۔(٤)**

ترجمہ: سیرت کے معنی طریقے کے ہیں کہا جاتا ہے۔ وہ اچھے طریقے پر چل پڑے۔

۵) سنت، طریقہ، سلوک، رویہ، برتاؤ، سیرت، طرز زندگی، سوانح عمری۔(۵)

۶) سیرۃ المعرکہ: (جنگ کی رفتار)(۶)

۷) روش، عادت، سوانح عمری، جمع سیر۔(۷)

۸) لفظ ''سار'' کا اسم ہے۔ اس کے معنی ہیں طریقہ، طرز زندگی ہیئت۔ ''سیرۃ الرجل'' کے معنی ہیں لوگوں کی سوانح عمری، لوگوں کے ساتھ سلوک کی کیفیت۔(۸)

☆ جناح یونیورسٹی برائے خواتین، کراچی۔

۹) لفظ (سیرۃ) دراصل سار، یسیر، سیرا و میسرا سے ماخوذ ہے۔ اور اس کے معنی ہیں جانا، روانہ ہونا، چلنا، طریقہ و مذہب، سنت، ہیئت، حالت، کردار، کہانی، پرانے لوگوں کے قصے اور واقعات کا بیان، بالخصوص آنحضرت (ﷺ) کے مغازی کا بیان اور پھر آپؐ کے طریقہ کا بیان جو غیر مسلموں کے ساتھ جنگ اور صلح میں آپؐ نے روا رکھا اور آخری صورت میں آپؐ کے تمام حالات کا بیان بمعنی سوانح عمری۔(۹)

سیرت کو انگریزی میں Character کہا جاتا ہے..........................

۱۰) Character: علامت، نشانی، گُن، خاصیت، خصلت، سیرت، چال چلن، کسی قوم یا شخص کی خصوصیّت، اخلاقی قوت، مستقل مزاجی، شہرت، ناموری، معروف آدمی، نقش کرنا، بیان کرنا۔(۱۰)

(i) The combination of qualities that makes up a person's nature or Character: personality.

ترجمہ: ایسے خصوصیات کا مجموعہ جو کسی فرد کی فطرت اور شخصیت کو بناتا ہے۔

(ii) Strong admirable qualities such as determination, courage, honesty etc.

ترجمہ: مضبوط، قابلِ تعریف خصوصیات کا اجاگر ہونا جیسے کہ بہادری، ایمانداری وغیرہ۔(۱۱)

سیرت کی اصطلاحی تعریف:

لفظ ''سیرۃ'' کی مختلف تعریفوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ کسی بھی شخصیت کے حالاتِ زندگی، جس میں اس کے عادات و اطوار، اخلاق و کردار، کارنامے اور معمولاتِ زندگی شامل ہیں، کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ کے لغوی معنی میں چلنے پھرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس لئے ابتداء میں یہ لفظ غزوات کے لئے استعمال ہوتا تھا، کیونکہ جہاد و غزوات میں جگہ کی تبدیلی کے لئے سفر لازمی ہوتا ہے بلکہ:

''اول امورها السير إلى الغزوه''

یعنی میدانِ جنگ کی طرف چل کر جانے سے جہاد و مغازی کی ابتداء ہوتی ہے۔''(۱۲)

لہٰذا جن کتب میں غزوات اور جنگوں کا بیان ہوتا تھا، انہیں ''کتاب السیر'' یا ''کتاب المغازی'' کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد اس لفظ کے مفہوم میں بڑی وسعت پیدا ہوگئی۔ اور مذہبی، معاشرتی معاشی غرضیکہ زندگی کے بیشتر اموراس کے مفہوم میں داخل ہوگئے۔ اسی لئے جب ہم سیرت النبی (ﷺ) کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو اس میں حضور اکرم (ﷺ) کے حسنِ اخلاق، طرزِ زندگی، حیاتِ مقدسہ میں پیش آنے والے واقعات، منصبِ رسالت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا طریقہ، اس عظیم مشن کی تکمیل میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کی خاطر اگر ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پیش آئی اور فوجی مہمات درپیش ہوئیں، ان کے احوال شامل ہوتے ہیں۔

نیز احادیث کی تمام اقسام سیرت النبی ﷺ کا حصہ ہیں، کیونکہ آپؐ کا قول، فعل اور آپؐ کا سکوت یعنی صحابہ کے اعمال پر

خاموشی اختیار فرمانا بھی حدیث ہے۔ یہ تمام امور آپؐ کے عادات و اخلاق کے بھی آئینہ دار ہیں اور آپ ﷺ کی پسند و ناپسند کا اظہار بھی ان سے ہوتا ہے۔

مزید برآں لفظ ''سیرت'' کے مفہوم میں مزید وسعت پیدا کی گئی اور نبی کریم (ﷺ) کی حیات طیبہ کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تاریخ کی دوسری اہم اور مشہور شخصیات کی سوانح حیات کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً سید سلیمان ندوی کی ''سیرت عائشہؓ''، شاہ معین الدین احمد ندوی کی ''سیرت الصحابہ''، شبلی نعمانی کی ''سیرت النعمان'' عبدالسلام ندوی کی ''سیرت عمرؒ بن عبدالعزیز'' وغیرہ۔

ڈاکٹر سید عبداللہ کی رائے میں ''تمام اشخاص کی سوانح حیات کو ''سیرت'' کہنا زیادتی ہے۔ سیرت کے لفظ کو اصولی طور پر آنحضرت ﷺ کے حالات ہی سے مخصوص سمجھنا چاہئے۔'' (۱۳)

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مقدسہ کی بنیاد رسالت پر ہے، آپ کا عمل قرآن حکیم کی تفسیر ہے، لہٰذا سیرت نبوی کے الفاظ محض چند تاریخی واقعات و سوانح ہی کو احاطہ نہیں بلکہ سارا قرآن، اس کی تعلیمات، عقائد و ارکان، عبادات، معاملات، معاشرت سب کچھ اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سیرت کا لفظ جب نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس کا مفہوم انتہائی وسیع ہو جاتا ہے اور اس میں آپؐ کی ذات پاک کے حالات کے ساتھ ساتھ ازواج مطہرات، اہل بیت عظام، صحابہ کرام، حالات قبل از ولادت با سعادت بھی شامل ہو جاتے ہیں۔

موجودہ دور میں لفظ سیرت انگریزی لفظ life کے معنی میں مستعمل ہے اور Life کو عربی میں ''حیاۃ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر حسین ہیکل نے بھی سیرت النبی ﷺ پر جو کتاب تحریر کی ہے، اس کو حیاۃ محمد ﷺ کا نام دیا ہے۔ مختلف کتب میں ''سیرت'' کا اصطلاحی مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ ''اصطلاح میں ''سیرت'' سے مراد آنحضرت ﷺ کے حالات زندگی اور اخلاق و عادات کا بیان ہے۔'' (۱۴)

۲۔ ''سیرت'' کے معانی میں خصوصیت سے آنحضرت ﷺ کے مغازی کا بیان اور بعد ازاں آپ ﷺ کی زندگی کے حالات کا بیان شامل ہو گیا۔'' (۱۵)

۳۔ مغازی ان جنگوں کو کہتے ہیں جن میں حضور ﷺ خود شریک ہوئے۔ اس اعتبار سے ''مغازی'' کا دائرہ غزوات رسول ﷺ اور شریک جنگ اصحاب رسول ﷺ تک محدود رہنا چاہئے تھا لیکن اس اصطلاح کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی اور عہد رسالت کے سارے واقعات پر کیا جانے لگا۔'' (۱۶)

۴۔ تیسری صدی تک جو کتابیں سیرت کے نام سے مشہور ہیں۔ مثلاً سیرت ابن ہشام، سیرت ابن عائذ، سیرت اموی وغیرہ۔ ان میں زیادہ تر غزوات ہی کے حالات ہیں، البتہ زمانہ مابعد میں مغازی کے سوا اور چیزیں بھی داخل کر لی گئیں۔ مثلاً ''مواہب لدنیہ'' میں غزوات کے علاوہ سب کچھ ہے۔'' (۱۷)

۵۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے غیر مسلموں سے امن و جنگ کے زمانے کے احکام کو بھی ''سیر'' قرار دیا ہے۔(۱۸)

۶۔ قاری محمد طیب صاحب سیرت کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''سرکار دو عالم ﷺ، فخر بنی آدمؑ، رسول الثقلین کی سیرت مقدسہ اپنی ظاہری و باطنی وسعتوں اور پہنائیوں کے لحاظ سے کوئی شخصی سیرت نہیں، بلکہ ایک عالمگیر اور بین الاقوامی سیرت ہے، جو کسی شخص واحد کا دستور زندگی نہیں بلکہ جہانوں کیلئے ایک مکمل دستور حیات ہے۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا چلا جائے گا اسی حد تک انسانی زندگی کی استواری و ہمواری کیلئے اس سیرت کی ضرورت شدید سے شدید تر ہوتی چلی جائے گی۔''(۱۹)

۷۔ ''آنچہ متعلق بوجود پیغمبر ﷺ و صحابہ کرام و آل عظام است داز ابتدائے تولد آنجناب ﷺ تا غایت وفات آں را سیرت گویند''(۲۰)

جو کچھ ہمارے پیغمبر ﷺ، حضرات صحابہ اور آل عظام کے مبارک وجود کے ساتھ متعلق ہو اور آنجناب ﷺ کی پیدائش سے وفات تک واقعات پر مشتمل ہو، سیرت کہتے ہیں۔

۸۔ علامہ شبلی نعمانی سیرت اور صاحب سیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ''عالم انسانی اپنی تکمیل کے لئے ہمیشہ ایسے جامع کامل کا محتاج رہا جو صاحب شمشیر و نگیں بھی ہو اور گوشہ نشین بھی، بادشاہ کشور کشا بھی ہو اور گدا بھی، فرمانروائے جہاں بھی ہو اور سبحہ گرداں بھی، مفلس قانع بھی ہو اور غنی دریا دل بھی، یہ برزخ کامل، یہ ہستی جامع، یہ صحیفہ یزدانی، عالم کون کی آخری معراج ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ عالم فانی کی کوئی چیز ابدی نہیں، اس لئے یہ ہستی جامع دنیا میں آکر ہمیشہ نہیں رہ سکتی۔ اس لئے ضرور ہے کہ اس کی زبان کا ایک ایک حرف، اس کی حرکات و سکنات کی ایک ایک ادا، اس کے حلیۂ وجود کے ایک ایک خط و خال کا عکس لے لیا جائے کہ مراحل زندگی میں جہاں ضرورت پیش آئے، رہنمائی کے کام آئے۔''(۲۱)

لفظ سیرت کا استعمال قرآن مجید میں:

لفظ ''سیرۃ'' کا مادہ س ی ر قرآن کریم میں مختلف صیغوں کے ساتھ متعدد مقامات پر لغوی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ جبکہ لفظ ''سیرۃ'' قرآن حکیم میں صرف ایک مقام پر آیا ہے:

سنعیدھا سیرتھا الاولی۔(۲۲)

ترجمہ: اب ہم اسے پھر پہلی حالت پر پھیر دیں گے۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ ''سیرۃ'' ہیئت، حالت اور شکل صورت کے معنوں میں آیا ہے۔ یہ اس واقعہ کا بیان ہے جب حضرت موسیٰؑ کا عصا اللہ کے حکم سے اژدھے کی صورت اختیار کر گیا تھا اور حضرت موسیٰؑ حیران و پریشان ہو گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؑ سے فرمایا کہ خوف نہ کھاؤ۔ ہم اسے دوبارہ پہلی شکل میں لے آئیں گے۔

فلما قضیٰ موسی الاجل و سار باھلہٖ۔(۲۳)

ترجمہ: پھر جب موسیٰ اس مدت کو پورا کر چکے اور اپنے گھر والوں کو لے کر روانہ ہوئے (چلے)۔

اس آیت مبارکہ میں ''سار'' کا لفظ چلنے یا روانہ ہونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اولم یسیروا فی الارض۔(۲۴)

ترجمہ: کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں۔

اس آیت مقدسہ میں ''یسیروا'' کا لفظ آیا ہے اور سفر کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے کہ کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا کیا حال ہوا۔

و تسیروا الجبال سیراً ○(۲۵)

ترجمہ: اور پھٹ پھٹ کر پہاڑ چلیں گے۔

اس آیت مبارکہ میں س ی ر کا مادہ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے پہاڑوں کی حالت کے معنوں میں کہ وہ پھٹ جائیں گے اور پھر چلنے کے معنوں میں پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلتے ہوئے نظر آئیں گے۔

فاقرءوا ما تیسر من القرآن ط(۲۶)

ترجمہ: پس پڑھ لیا کرو قرآن جتنا تم سے آسانی سے ہو سکے۔

یہاں تیسر کا لفظ آیا ہے جو ایک کیفیت کے لئے استعمال ہوا ہے۔یعنی سہولت اور آسانی کی کیفیت۔

ان ہی معنوں میں سورۃ المدثر میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔**علی الکفرین غیر یسیر ○** (کافروں پر یہ دن (قیامت کا دن) آسان نہیں ہوگا)۔(۲۷)

لفظ ''سیرت'' کا استعمال احادیث میں:

احادیث مبارکہ میں بھی لفظ ''سیرۃ'' لغوی اور اصطلاحی دونوں معانی میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ **وعن جابر قال: قال رسول اللّٰہ نصرت بالرعب مسیرۃ شھر۔(۲۸)**

ترجمہ: میری مدد کی گئی ہے ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ذریعہ۔

اس حدیث مبارکہ میں ''مسیرۃ'' کا لفظ استعمال ہوا، جس کے معنی فاصلے کے ہیں۔

۲۔ **وعن جبیر بن مطعم بینما ھو یسیر مع رسول اللّٰہؐ مقفلہ من حنین۔(۲۹)**

ترجمہ: جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ اس اثنا میں کہ غزوہ حنین سے واپسی پر وہ رسول اللّٰہؐ کے ساتھ چل رہے تھے۔

یہاں ''یسیر'' کا لفظ آیا ہے جو چلنے کے معنی میں ہے۔

۳۔ **وعن عائشۃ قالت: قال رسول اللّٰہؐ یاعائشۃ! لوشئت لسارت معی جبال الذھب۔(۳۰)**

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہؓ! اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں) اس حدیث میں بھی یہ لفظ چلنے کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

۴۔ **وانا علیٰ ناضح لنا قد اعیا فلا یکاد یسیر۔(۳۱)**

ترجمہ: میں اپنے ایک اونٹ پر سوار تھا۔ چونکہ وہ تھک چکا تھا اس لئے بہت دھیرے دھیرے چل رہا تھا۔

اس حدیث میں بھی چلنے کے معنی میں ہے۔

۵۔ **قام علی علی المنبر فذکر رسول اللہ ؐ فقال قبض رسول اللہ ؐ واستخلف ابوبکرؓ. فعمل بعمله وسار بسیرته حتیٰ قبضه اللہ عزوجل علی ذالک ثم استخلف عمرؓ علی ذالک فعمل بعملها وسار سیرتهما حتیٰ قبضه اللہ علیٰ ذالک۔(۳۲)**

ترجمہ: حضرت علیؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور رسول اللہ (ﷺ) کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: جب آپ ﷺ کی روح قبض کر لی گئی تو آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب کئے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ جیسے کام کئے اور آپؐ کی سیرت پر چلے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو بھی قبض کر لیا۔ آپ کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان دونوں جیسے کام کئے اور ان کی سیرت پر چلے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو بھی قبض کر لیا۔)

اس حدیث پاک میں سیرۃ کا لفظ اپنے اصطلاحی معنی میں آیا ہے۔

۶۔ **عن ابی وائل قال: قلت لعبدالرحمٰن بن عوف کیف بایعتم عثمانؓ و ترکتم علیاؓ. قال ماذ نبی قد بر آت بعلیؓ. فقلت ابا یعک علیٰ کتاب اللہ وسنة رسوله وسیرة ابیؓ بکر و عمرؓ قال فقال فیما استطعت قال ثم عرضتها علیٰ عثمان فقبلها۔(۳۳)**

ترجمہ: حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ آپ لوگوں نے حضرت علیؓ کو چھوڑ کر حضرت عثمانؓ کی بیعت کیوں کی؟ انہوں نے فرمایا کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نے حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ میں کتاب اللہ، سنت رسولؐ اللہ اور سیرت ابوبکرؓ وعمر پر تمہاری بیعت کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے کہا تھا کہ ''میں ان میں سے جتنی بات کی استطاعت رکھونگا، اسے سرانجام دونگا۔'' پھر میں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں یہی بات پیش کی تو انہوں نے اسے تسلیم کر لیا۔

''سیرۃ'' کے مماثل الفاظ:

''سیرۃ'' کے لغوی اور اصطلاحی معنی ومفہوم ملاحظہ کرنے کے بعد آیئے ہم اس کے چند مماثل الفاظ کا جائزہ لیتے ہیں:

لغوی اعتبار سے سیرت، حدیث، سنت، اسوہ، سبیل، صراط، یہ تمام الفاظ تقریباً ہم معنی ہیں اور ان کا مطلب ہے راستہ یا طریقہ۔ اصطلاحی لحاظ سے ان الفاظ کے معانی ایسا راستہ یا طریقہ ہے جو قرآن وسنت کے مطابق ہو۔

"السنة، والاسوة، والسبيل، والصراط، كلمات متقاربة فى المعنى، وهى عبارة عن الطريقة المتبعة فى الدين سواء أكانت من الكتاب أم من السنة۔(۳۴)

(ا) سنت:

سنت کی لغوی تعریف:

سنت کے لغوی معنی سیرت اور طریقہ ہے، خواہ اچھا ہو یا برا۔

مختلف لغات میں سنت کے معنی یہی بتائے گئے ہیں۔

(ا) السنة: السيرة حسنة كانت اؤ قبيحة۔(۳۵)

ترجمہ: سنت کے معنی سیرت ہے خواہ اچھی ہو یا بری۔

(۲) والسنة: فى الاصل ليست مساوية للحديث، فانها تبعاً لمعناها اللغوى. كانت تطلق على الطريقة الدينية التى سلكها النبیؐ فى سيرته المطهرة لان معنى السنة اللغة الطريقة۔(۳۶)

اصل میں سنت حدیث کے مساوی نہیں ہے بلکہ لغوی اعتبار سے یہ اس کے تابع ہے۔ اس کا اطلاق دین میں اس طریقہ یا راستہ پر ہوتا ہے جو نبی کریمؐ نے اختیار فرمایا اپنی سیرت پاک میں اس لئے لغت میں سنت کے معنی راستے کے ہیں۔

(۳) السنة، السيرة حسنة كانت او قبيحة۔(۳۷)

ترجمہ: سنت، سیرت کو کہتے ہیں خواہ اچھی ہو یا بری۔

(۴) ان السنة معناها فى اللغة "الطريقة"، "والعادة" "والسيرة" سواء كانت سيئة او حسنة۔(۳۸)

ترجمہ: سنت کے لغوی معنی طریقہ، عادت اور سیرت کے ہیں خواہ وہ بری ہو یا اچھی۔

(۵) تطلق السنة فى اللغة ويراد بها الطريقة، سواء كانت محمودة أو مذمومة۔(۳۹)

ترجمہ: لغت میں سنت کا اطلاق اور اس سے مراد طریقہ ہے۔ خواہ اچھا ہو یا برا۔

(٦) السنة: الطريقة المحمودة المستقيمة۔(۴۰)

ترجمہ: سنت عمدہ اور سیدھے طریقہ کو کہتے ہیں۔

(۷) وقیل هی بمعنی العادة۔(۴۱)

ترجمہ: اور کہا گیا کہ اس کے معنی عادت کے ہیں۔

(۸) والسنة عند الفقهاء: ما ثبت عن النبی(ﷺ) من غیر افتراض و لا وجوب۔(۴۲)

ترجمہ: فقہاء کے نزدیک سنت وہ (احکام) ہیں جو حضورﷺ سے ثابت ہوں اور جو نہ فرض ہوں اور نہ واجب ہوں۔

(۹) وعند علماء الحدیث: تطلق السنة علی ما اثر عن النبی(ﷺ) من قول أوفعل اوتقریر۔(۴۳)

ترجمہ: محدثین کے نزدیک: سنت کا اطلاق حضور اکرمﷺ کے اس قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے جو کہ حضورﷺ سے منقول ہو۔

(۱۰) وأما عند علماء الاصول: فالسنة تطلق علی ما جاء منقولاً عن النبی(ﷺ) علی الخصوص مما لم ینص علیه فی اللکتاب العزیز من قول أو فعل أو تقریر من الامور الدینیة۔(۴۴)

ترجمہ: اور بہرحال علماء اصول کے نزدیک: سنت کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو منقول ہو حضور اکرمﷺ سے خاص طور پر جن احکامات کے بارے میں قرآن میں نص موجود نہ ہو خواہ وہ قول یا فعل یا تقریر کی صورت میں ہو اور ان کا تعلق دینی امور سے ہو)۔

سنت کی اصطلاحی تعریف:

اصطلاح شرع میں سنت سے مراد نبی کریمﷺ کے افعال مبارکہ، اقوال اور آپﷺ کا سکوت ہے۔یعنی وہ امور جو آپﷺ خود سرانجام دیتے تھے۔ان میں روزانہ کے عمومی افعال شامل ہیں، یہ سنت فعلی ہے۔سنت قولی میں آپﷺ کے فرمودات وارشادات داخل ہیں اور سکوت یا سنت تقریری میں وہ امور آتے ہیں جو صحابہ کرام آپﷺ کے سامنے سرانجام دیتے تھے اور آپﷺ انہیں منع نہیں فرماتے تھے۔گویا آپﷺ کی طرف سے ان امور کی اجازت تھی۔

شرع اسلام میں سنت کے لفظ کا اطلاق ان تمام امور پر ہوگا جو نبی کریم (ﷺ) سے منقول ہیں، اسی طرح ان دلائل پر بھی جو نبی کریم (ﷺ) سے قولاً یا عملاً ثابت ہوئے لیکن وہ قرآن نہیں یعنی وحی غیر متلو ''سنت'' ہے۔

(۱) فی الشرع فقد تطلق علیٰ ما کان من العبادات نافلة منقولة عن النبی علیه السلام، وقد تطلق علی ما صدر عن الرسول من الادلة الشرعیة مما لیس بمتلو ویدخل فی ذالک

اقوال النبیؐ علیه السلام و افعاله و تقاریره۔(۴۵)

ترجمہ: شریعت میں اس کا اطلاق ان نفلی عبادات پر ہوتا ہے جو حضور اکرم ﷺ سے منقول ہوں اور کبھی اس کا اطلاق ان ادلہ شرعیہ پر بھی ہوتا ہے جو کبھی وحی غیر متلو کی صورت میں حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمائے۔ اور اس طرح اس میں حضور اکرم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر شامل ہیں۔

(۲) اذا اطلق لفظ السنة فی الشرع فانما یراد بها ما امربه الرسول ونهی عنه و ندب الیه قولاً وفعلاً، وهذا یقال فی ادلة الشرع الکتاب والسنة، ای القرآن والحدیث۔(۴۶)

ترجمہ: جب لفظ سنت کا اطلاق شریعت میں کیا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ اوامر ونواہی ہیں جو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائے اور وہ قول وفعل جو کہ مستحب کے درجے پر فائز ہیں اسی لئے ادلہ شرعیہ سے مراد کتاب وسنت یعنی قرآن وحدیث ہے۔

لفظ سنت کا استعمال قرآن مجید میں:

قرآن کریم میں لفظ سنت کا استعمال طریقہ کے معنی میں ہوا ہے۔ یعنی اللہ کی حکمت کا طریقہ۔ یہ لفظ قرآن کریم میں متعدد بار اسی مفہوم میں آیا ہے:

(۱) قد خلت من قبلکم سنن۔(۴۷)

ترجمہ: یقیناً تم سے قبل مختلف طریقے گزر چکے ہیں۔

یعنی مختلف طور طریقے اور ان طور طریقوں پر عمل کرنے والے یعنی گذشتہ امتیں اور قومیں۔ یہاں سنت کا لفظ جمع کے صیغہ میں استعمال ہوا ہے یعنی ''سنن''۔

(۲) یرید اللّٰه لیبین لکم و یهدیکم سنن الذین من قبلکم۔(۴۸)

ترجمہ: اللہ چاہتا ہے کہ تم سے احکام کھول کر بیان کردے اور تم کو تم سے قبل والوں کے طور طریقے بتادے۔

یہاں بھی جمع کا صیغہ یعنی ''سنن'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

(۳) لایومنون به وقد خلت سنة الاولین ○(۴۹)

ترجمہ: یہ اس (قرآن) پر ایمان نہیں لاتے۔ (یہ) دستور پہلوں سے چلا آتا ہے۔

یعنی گزشتہ اقوام کا دستور اور طور طریقے۔

(۴) ما کان علی النبی من حرج فیما فرض اللّٰه له ط سنة اللّٰه فی الذین خلوا من قبل ط (۵۰)

ترجمہ: نبی ﷺ کے لئے اللہ نے جو کچھ مقرر کردیا تھا، اس پر اس باب میں کچھ الزام نہیں۔ اللہ کا یہی معمول رہا ہے،

ان پیغمبروں کے بارے میں جو آپؐ سے پیشتر ہو چکے ہیں۔

یعنی اللہ کی سنت سے مراد اللہ کا عمل ہے، اللہ کا معمول جو اپنے پیغمبروں کے ساتھ اس نے فرمایا ہے۔

(۵) سنة اللّٰہ فی الذین خلوا من قبل ج ولن تجد لسنة اللّٰہ تبدیلاً O (۵۱)

ترجمہ: اللہ کا یہی دستور رہا ہے ان لوگوں میں بھی جو ان سے پیشتر گزر چکے ہیں اور آپؐ اللہ کے دستور میں ردو بدل نہ پائیں گے۔

یہاں بھی سنت کا لفظ اللہ کے دستور اور طریقہ و عمل کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

(۶) فھل ینظرون الا سنت الاولین ج فلن تجد لسنت اللّٰہ تبدیلاً ج ولن تجد لسنت اللّٰہ تحویلاً O (۵۲)

ترجمہ: سو کیا یہ اسی آگے والوں کے دستور کے منتظر ہیں۔ آپ ﷺ اللہ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے اور نہ آپ ﷺ اللہ کے دستور کو منتقل ہوتا ہوا دیکھیں گے۔

یعنی یہ کفار اسی عمل کے منتظر ہیں جو اللہ نے گذشتہ نافرمان امتوں کے ساتھ فرمایا تھا۔ یعنی اسی طریقہ کا عذاب۔ اللہ کا دستور یا عذاب دینے کا طریقہ نہ تو بدلتا ہے اور نہ منتقل ہوتا ہے یعنی جس کے لئے جو سزا جس وقت پر اللہ نے مقرر کر دی ہے، وہ ہو کر رہے گا۔

(۷) سنة اللّٰہ التی قد خلت من قبل ج ولن تجد لسنة اللّٰہ تبدیلاً O (۵۳)

ترجمہ: اللہ نے یہی دستور (طریقہ) رکھا ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے اور آپ ﷺ اللہ کے دستور (طریقہ) میں کوئی ردو بدل نہ پائیں گے۔

یعنی اللہ نے جو قواعد و ضوابط مقرر کر رکھے ہیں، وہ بدل نہیں سکتے۔

قرآن حکیم میں لفظ ''سنت'' سولہ مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ (۵۴)

لفظ سنت کا استعمال احادیث میں:

احادیث مبارک میں لفظ ''سنت'' بہت زیادہ استعمال ہوا ہے اور نبی کریم ﷺ کے افعال مقدسہ یعنی حدیث فعلی سنت ہی کے ہم معنی ہے۔

(۱) من احیا سنتی فقد احیانی۔ (۵۵)

ترجمہ: جس نے میری سنت کو زندہ کیا، اس نے مجھے زندہ کیا۔

یعنی جس نے حضور اکرم (ﷺ) کے طور طریقوں کو قائم رکھا، اس پر عمل کیا، گویا اس نے حضور اقدسؐ کی ذات گرامی کو قائم رکھا۔

(۲) من احب سنتی فقد احبنی۔ (۵۶)

ترجمہ: جس نے میری سنت (طور طریقے، اعمال) سے محبت کی، گویا اس نے مجھ سے محبت کی۔

(۳) علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین۔(۵۷)

ترجمہ: تم پر میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی لازمی ہے۔

(۴) من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرھا، واجر من عمل بھا بعدهٔ من غیر ان ینقص من أجورھم شیء ومن سن فی الاسلام سنة سیئة، کان علیه وزرھا و وزر من عمل بھا من بعده، من غیر أن ینقص من اوزارھم شیء۔(۵۸)

ترجمہ: جو اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کرتا ہے اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے (ان کے برابر کا اجر بھی) جاری کرنے والے کو ملے گا۔ جبکہ عمل کرنے والے کے اجر میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کیا۔ اس کا وبال اس پر ہے اور ان کا وبال بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان کی سزا میں سے کوئی کمی بھی نہیں کی جائے گی۔

حدیث:

عربی زبان میں ''حدیث'' کے معنی نئی بات، نئی چیز، کوئی اہم واقعہ، گفتگو اور کلام کے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں عرب قبائل اپنی لڑائیوں اور فتوحات کے واقعات کو محفوظ کر لیتے تھے اور ان کو ''ایام العرب'' کے نام سے یاد رکھتے تھے۔ یہ ان کی تاریخ کے اہم دن ہوا کرتے تھے۔ ان ایام کو وہ ''احادیث'' کہا کرتے تھے۔

گفتگو اور کلام کو بھی ''حدیث'' کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

خیر الحدیث کتاب اللہ یا احسن الحدیث کتاب اللہ یعنی بہترین گفتگو یا بہترین کلام اللہ کا ہے۔

حدیث کے لفظ میں قدیم کی ضد بھی ہے۔ ''یہ قدیم کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے، ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گی، ازلی اور ابدی ہے، اس لئے اس کا کلام بھی ازلی اور ابدی ہے۔ قرآن مجید قدیم ہے اور اگر وہ کلام قدیم ہے تو گویا اس کے سیاق و سباق میں حدیث رسول کو کلام حدیث یعنی نیا کلام قرار دیا گیا۔ دونوں وحی الٰہی ہیں۔ دونوں اللہ کی طرف سے ہیں۔ ایک کلام قدیم ہے جو قدیم سے چلا آ رہا ہے، ایک کلام نو ہے جو رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد سے آپ ﷺ کے زمانہ حیات میں آپ ﷺ کے ذریعہ انسانوں تک پہنچا۔ اس لئے بھی علم حدیث کو ''حدیث'' کہا جاتا ہے۔''(۵۹)

حدیث کی لغوی تعریف:

مختلف لغات میں حدیث کی تعریف اس طرح کی گئی ہے

(۱) حدیث: جدید، نیا، عجیب، تازہ، ماڈرن، وقت کے مطابق

حدیث: کلام: بات چیت، کلام، گفتگو۔

حدیث: خبر: روایت: رپورٹ، معلومات، داستان، قصہ

حدیث: مقابل: انٹرویو

الحدیث: الحدیث الشریف، حضور اکرم (ﷺ) کے قول، فعل اور ایسا قول فعل جس کو دیکھ کر یا سن کر آپ ﷺ نے سکوت فرمایا ہو۔(۶۰)

(۲) عند المسلمین، ھو أقوال النبی ﷺ و افعاله۔(٦١)

ترجمہ: مسلمانوں کے نزدیک وہ نبی ﷺ کے اقوال وافعال ہیں۔

(۳) حدیث: بات، گفتگو، نئی چیز، ضد، قدیم، ج حداث، حدثاء نبی کریم (ﷺ) کی بیان کی ہوئی بات یا آپ ﷺ کی خبر۔ ج احادیث، حدثان۔(۶۲)

(۵) الحدیث: کل ما یتحدث به من کلامٍ

ترجمہ: ہر بات جو بولی جاتی ہے، حدیث ہے۔

فی اصطلاح المحدثین: قول أوفعل أو تقریر نسب إلی النبی (ﷺ)۔(٦٣)

ترجمہ: (محدثین کی اصطلاح میں ہر قول، فعل اور خاموشی جس کی نسبت رسول اللہ (ﷺ) کی طرف ہو حدیث ہے)

(۶) الحدیث: الخبر قلیلة و کثیرة وجمعه' (احادیث) علی غیر القیاس۔(٦٤)

ترجمہ: حدیث کے معنی خبر ہے، خواہ کم ہو یا زیادہ اور اس کی جمع احادیث ہے۔ جو غیر قیاسی ہو۔

(۷) و الحدیث فی اللغة: ضد القدیم، ویستعمل فی اللغة ایضاً حقیقة فی الخبر، (٦٥)

(لغت میں حدیث قدیم کی ضد ہے اور یہ لغت میں خبر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے)۔

(۸) الحدیث فی اللغة الکلام الذی یصدر من المتکلم، ثم ینقل عنه بوساطة الصوت ممن سمعه منه او بوساطة الکتابة منه' وعلی هٰذا إذا نسب الحدیث إلی الرسول کان معناه القول الذی تکلم به۔(٦٦)

ترجمہ: لغت میں حدیث متکلم کی بات کو کہتے ہیں۔ پھر وہ بات لوگوں تک پہنچتی ہے آواز کے ذریعہ یا تحریر کے ذریعہ۔ اور جب اس کی نسبت رسول اللہ (ﷺ) کی جانب ہوتی ہے تو اس کے معنی ہر وہ بات ہوتی ہے جو آپ ﷺ نے فرمائی۔

حدیث کی اصطلاحی تعریف:

الحدیث هو اسم سن التحدیث، وهو الاخبار، ثم سمی به قول، أوفعل، أو تقریر. نسب إلی النبی (علیه الصلاة و السلام)۔(٦٧)

ترجمہ: اصطلاح شریعت میں حدیث سے مراد ایسا قول، فعل اور تقریر ہے جس کی نسبت رسول اللہ (ﷺ) کی طرف ہو۔

لہٰذا محدثین نے صحابہ وتابعین کے اقوال، افعال پر بھی اس کا اطلاق کیا ہے۔ کیونکہ صحابہ وتابعین بھی جو عمل کرتے تھے یا جو بیان کرتے تھے، اس کی نسبت رسول اللہ (ﷺ) کی جانب ہوتی تھی۔

علماء حدیث نے شریعت کی رو سے حدیث کی اسطرح تعریف کی ہے:

(۱) المراد بالحديث في الشرع ما اضيف إلى النبي (ﷺ) كانه اريد به مقابلة القرآن لانه قديم۔(۶۸)

ترجمہ: عرف شرع میں حدیث سے مراد وہ ہے جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو۔ گویا اس سے مراد قرآن کے مقابل ہے چونکہ وہ قدیم ہے۔

علم حدیث ایک مستقل علم ہے۔ چنانچہ علماء حدیث نے حدیث کی تعریف کا تعین روایت اور درایت کے نقطہ نظر سے اس طرح کیا ہے:

(۲) علم حديث رواية: علم يشتمل على اقوال النبي (ﷺ) وافعاله وتقريراته، وصفاته، وروايتها وضبطها وتحرير الفظها. علم حديث دراية: علم بقوانين يعرف بها احوال المسند والمتن۔(۶۹)

ترجمہ: علم حدیث روایت کے اعتبار سے ایک ایسا علم ہے جو رسول اللہ (ﷺ) کے اقوال، افعال، تقاریر، اور صفات اور اس کی روایت، اسے ضبط کرنے اور اس کے الفاظ کی تحریر پر مشتمل ہے۔ علم حدیث درایت کے لحاظ سے ان قوانین کا علم ہے جس سے سند اور متن کے احوال جانے جاتے ہیں۔

الکافجیؒ نے روایت اور درایت دونوں اعتبار سے علم حدیث کی جامع تعریف کی ہے:

(۳) فهو علم يقتدر به على معرفة اقوال الرسول ﷺ وافعاله على وجه مخصوص كالاتصال او الارسال ونحوها، ويطلق ايضاً على معلومات و قواعد مخصوصة كما تقول: فلان يعلم الحديث تريد به معلوماته وقواعده۔(۷۰)

ترجمہ: یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے رسول اللہ کے اقوال اور افعال کی معرفت ایک خصوصی پہلو سے حاصل ہوتی ہے جیسے اتصال وارسال وغیرہ اور اس کا اطلاق خاص معلومات وقواعد پر بھی ہوتا ہے جیسے تم کہو کہ اس شخص کو حدیث کا علم ہے اور تمہاری مراد اس سے اس کی حدیث کی معلومات اور قواعد ہوں۔

علامہ سیوطی نے علم حدیث کی تعریف موضوع اور مقصد کے بارے میں ابن الاکفانی کا ایک جامع بیان نقل کیا ہے، جس کے مطابق

(۴) "علم الحديث الخاص بالرواية "علم يشتمل على اقوال النبي (ﷺ) وافعاله وروايتها، وضبطها وتحرير الفاظها" وعلم الحديث الخاص بالدراية "علم يعرف منه حقيقة الرواية

وشروطها وانواعها واحكامها وحال الرواة وشروطهم واصناف المرويات وما يتعلق بها۔(۷۱)

ترجمہ: علم حدیث جو روایت سے مختص ہے، ایسا علم ہے جو نبی (ﷺ) کے اقوال وافعال، ان کی روایت، ان کو ضبط کرنے اور ان کے الفاظ کو تحریر کرنے پر مشتمل ہے اور علم الحدیث جو درایت سے مختص ہے وہ ایسا علم ہے جس کے ذریعہ روایت کی حقیقت، اس کی شرائط، اس کی انواع، اس کے احکام، راویوں کے احوال اور ان کی شرائط، مرویات کی اقسام اور ان کے متعلقات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

(۵) وفی اصطلاح علماء الاسلام: ما أضيف إلى النبی (ﷺ) من قول أو فعل أو تقرير أو وصف خَلقی أو خُلقی۔(۷۲)

ترجمہ: علماء اسلام کی اصطلاح میں حدیث سے مراد وہ بات ہے جس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہو۔ خواہ وہ قول ہو، فعل ہو یا تقریر ہو۔ اور وہ پیدائشی ہو یا اخلاقی۔

لفظ ''حدیث'' کا استعمال قرآن مجید میں:

قرآن مجید میں ''حدیث'' کا لفظ لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ خود قرآن حکیم کے لئے بھی لفظ ''حدیث'' آیا ہے۔ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر یہ لفظ مختلف صیغوں میں موجود ہے۔

مثلاً: فليأتوا بحديث من مثله۔(۷۳)

ترجمہ: اس جیسا کوئی کلام بنا کر لے آؤ۔

یہاں قرآن حکیم کے لئے لفظ حدیث استعمال ہوا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

فجعلنٰهم احاديث۔(۷۴)

ترجمہ: تو ہم نے انھیں کہانیاں کر دیا۔

اس آیت کریمہ میں یہ لفظ جمع کے صیغہ میں آیا ہے۔ یعنی نافرمان قوموں کے حالات کو ہم نے بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت آموز کہانیاں بنا دیا۔ گویا حدیث کا لفظ کہانی اور قصوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

ما ياتيهم من ذكر من ربهم محدث۔(۷۵)

ترجمہ: جب ان کے رب کے پاس سے انھیں کوئی نئی نصیحت آتی ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ''محدثٍ'' کا لفظ آیا ہے اور معنی میں نئی نصیحت یا نئی بات مراد ہے۔

قال فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شی حتّٰی احدث لک منه ذكرا ٥ (۷۶)

ترجمہ: کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا۔ جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

یہاں احدث کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی میں بیان کروں کوئی بات میں خود بتاؤں۔ یہاں یہ لفظ ذکر یا بیان کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

وکذلک یجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث ط (۷۷)

ترجمہ: اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا۔

سورۃ یوسف کی اس آیت میں احادیث کا لفظ وارد ہوا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں باتوں (احادیث) سے مراد کتب سابقہ اور واقعات انبیاء سے متعلق علم ہے۔

ولا یکتمون اللہ حدیثا o (۷۸)

ترجمہ: اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔

آیت بالا میں حدیث کا لفظ ''کوئی بات'' کے معنی میں آیا ہے۔

و اذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثاً ج (۷۹)

ترجمہ: اور جب نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے ایک راز کی بات فرمائی۔

اس آیت مقدسہ میں بھی حدیث کا لفظ بات کے معنی میں آیا ہے۔

ومن اصدق من اللہ حدیثا o (۸۰)

ترجمہ: اور اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہے۔

یہاں بھی حدیث کا لفظ لغوی یعنی بات کے لئے استعمال ہوا ہے۔

فلعلک باخع نفسک علٰی اثارھم ان لم یؤمنو ابھٰذا الحدیث اسفا o (۸۱)

ترجمہ: تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے، ان کے پیچھے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں، غم سے۔

اس آیت مبارکہ میں بھی حدیث کا لفظ بات کے معنی میں آیا ہے اور ''اس بات'' سے مراد قرآن حکیم ہے۔ یعنی حدیث کا لفظ قرآن کیلئے استعمال ہوا ہے۔

وھل اتک حدیث موسٰی o (۸۲)

ترجمہ: (اور کچھ تمہیں موسیٰ کی خبر آئی)

یہاں حدیث کا لفظ خبر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ھل اتک حدیث الجنود o (۸۳)

ترجمہ: کیا تمہارے پاس لشکروں کی بات آئی۔

یعنی ان لشکروں کی بات یا خبر تمہیں معلوم ہے جو کفار انبیاء سے مقابلہ کے لئے لائے تھے۔ گویا یہاں بھی لفظ حدیث وہی لغوی معنی میں استعمال ہوا۔

فبای حدیثٍم بعدہ یؤمنون ○ (۸۴)

ترجمہ: پھر اس کے بعد کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

یہاں بھی حدیث سے مراد قرآن حکیم ہے۔ یعنی کس حدیث پر وہ ایمان لائیں گے۔ کیونکہ یہ حدیث یعنی قرآن تو آخری کتاب ہے۔

و اما بنعمة ربک فحدث ○(۸۵)

ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

یعنی خوب گفتگو کرنا، ذکر کرنا، خبر دینا، فحدث فرما کر حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ کی نعمتوں کے بارے میں خوب بیان کرو اور اس ذکر کو پھیلاؤ۔

لفظ ''حدیث'' کا استعمال احادیث میں:

احادیث مبارکہ میں بھی لفظ حدیث اکثر لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ نبی کریم (ﷺ) کی گفتگو حدیث ہی کہلاتی ہے۔ ذیل میں ایسی چند احادیث تحریر کی جاتی ہیں جن میں یہ لفظ موجود ہے۔

(۱) **عن ابیؓ هريرة قال بينما النبیﷺ فی مجلسٍ يحدث القوم جآءُ اعرابی فقال متی الساعة، فمضی رسول الله (ﷺ) يحدث فقال بعض القوم سمع ماقال فکره، ماقال، وقال بعضهم لم يسمع حتی اذا قضی حديثة۔ (۸۶)**

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ (ﷺ) لوگوں میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک اعرابی آیا اور اس نے دریافت کیا قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ (ﷺ) نے اپنی بات جاری رکھی۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو اعرابی کی بات پسند نہ تھی اسلئے سنی ان سنی کر دی۔ بعض کا خیال تھا کہ آپ ﷺ نے اس کی بات سنی ہی نہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنی بات مکمل کی)۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ لفظ دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ فعل کے طور پر اور دوسری جگہ اسم کی حیثیت سے یعنی ''یحدث'' آپ ﷺ گفتگو فرما رہے تھے۔ ''حدیثه'' اپنی بات۔

(۲) **عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ ان من الشجر شجرة لايسقط ورقها و انها مثل المسلم فحدثونی ماهی؟ فوقع الناس فی شجر البوادی قال عبدالله ووقع فی نفسی انها النخلة فاستحييت ثم قالو حدثنا ما هی يارسول الله (ﷺ)۔ (۸۷)**

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے (صحابہ سے) فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ہے

جس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمانوں کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔ تم مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں نے جنگلی درختوں کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں میرے ذہن میں آ گیا وہ کھجور کا درخت ہے۔ مگر میں نے ازراہ شرم نہ بتایا۔ بالآخر صحابہ بولے یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہی بتائیے۔

(۳) عن حفص بن عاصم قال قال رسول الله ﷺ كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع۔(۸۸)

ترجمہ: حفص بن عاصم نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی ہی چیز بہت کافی ہے کہ ہر ہر شنیدہ بات کو بیان کر دے۔

(۴) عمران بن حصين يحدث عن النبى ﷺ انه قال الحيآء لا ياتى الا بخير فقال بشير بن كعب انه مكتوب فى الحكمة ان منه وقارا وّ منه سكينة فقال عمران احدثك عن رسول الله وتحدثنى عن صحفك۔(۸۹)

ترجمہ: عمر بن حصین نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا حیا سے خیر ہی حاصل ہوتی ہے۔ بشیر بن کعب بولے حکمت کی کتابوں میں موجود ہے کہ حیا سے وقار اور سکینت حاصل ہوتی ہے۔ عمران نے جواب دیا میں تم سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کر رہا ہوں اور تم اپنی کتابوں کی باتیں بیان کر رہے ہو۔

(۵) زهير بن حرب انبانا جرير عن الاعمش بهذا اسناد قال قال رسول الله ﷺ والذى نفسى بيده لا تدخلون الجنة حتىٰ تؤمنوا بمثل حديث ابى معاوية و وكيع۔(۹۰)

ترجمہ: زہیر بن حرب، جریر اعمش سے یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔ باقی اس میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم جب تک مومن نہ ہو گے جنت میں داخل نہ ہو گے۔ بقیہ حدیث ابو معاویہ اور وکیع کی حدیث کی طرح ہے۔

اسوۃ:

سیرت، حدیث، سنت اور اسوۃ تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں لیکن بنظر غائر مطالعہ کرنے سے ایک معمولی سا فرق جو ہمیں محسوس ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ لفظ ''اسوۃ'' میں تکمیل کا تاثر ملتا ہے۔ جب سیرت، احادیث اور سنت کی تکمیل ہو گئی تو وہ اسوۃ بن گئی یعنی مثال اور قابل تقلید نمونہ کامل۔ اسوۃ کے معنی عمل کے لئے نمونہ کے ہیں۔ انسان کسی دوسرے شخص کی اتباع اور پیروی میں جس طریقہ پر ہوتا ہے اس کو اسوۃ اور نمونہ کہتے ہیں خواہ اچھا ہو یا برا۔ اسی لئے لفظ اسوۃ کے ساتھ ''حسنہ'' کا لفظ لگایا جاتا ہے۔ کیونکہ نمونہ یا مثال اچھی چیز کو ہی

بنانا چاہیے۔ گویا لفظ اسوۃ کا تعلق پیروی کرنے والوں سے ہے۔ یعنی اتباع کرنے والوں کے لئے ایک منزل جس تک پہنچنے کے لئے سنت، سیرت اور احادیث کی روشنی میں چلنا ضروری ہے۔

''اسوۃ'' کی لغوی تعریف:

مختلف لغات میں ''اسوۃ'' کے مندرجہ ذیل معانی بتائے گئے ہیں:

(۱) الاسوۃ: ما یتعزی به، ج أسی و إسی۔(۹۱)

(۲) اسوۃ: قدوۃ، مثال نمونه، مثال

اسوۃ به: خطوط پر، نشانات قدم پر، مانند، جیسا۔(۹۲)

(۳) الاُسوۃ والاِسوۃ: اقتداء نمونہ، وہ چیز جس سے تسلی حاصل کی جائے۔(۹۳)

(۴) الاسوۃ: القدوۃ. وما یتعزی به والمثل۔ (۹۴)

(۵) اُسی واِسی: نمونہ جس کی پیروی کی جائے جس سے تسلی پائی جائے۔(۹۵)

اسوۃ کی اصطلاحی تعریف:

اصطلاح میں اسوۃ سے مراد اسوۂ حسنہ ہے۔ اسوۃ کے لفظ کو لفظ حسنہ کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ تقلید اور پیروی اچھی بات کی ہی کی جاتی ہے اور اسی کو مثال بنایا جاتا ہے۔ لہٰذا قرآن اور احادیث میں بھی اسوۃ کا لفظ تنہا نہیں آیا بلکہ لفظ حسنہ کے ساتھ مل کر آیا ہے اور انبیاء کرام کے اسوۃ کو ''اسوۂ حسنہ'' فرمایا گیا ہے۔ خاص طور پر نبی آخر الزماں محمد مصطفی ﷺ کے اسوۃ کو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللّٰه اسوۃ حسنة۔(۹۶)

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

اسوۃ کا متبادل لفظ خُلق بھی ہے۔ خلق بھی اچھا یا برا ہو سکتا ہے۔ اسلئے اس لفظ کے ساتھ بھی حسن کا لفظ لگا کر ''حسن خلق'' کہا جاتا ہے۔

لفظ ''اسوۃ'' کا استعمال قرآن مجید میں:

قرآن حکیم میں ''اسوۂ حسنہ'' کا لفظ انبیاء کرام کے اسوۃ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(۱) لقد کان لکم فی رسول اللّٰه اسوۃ حسنة۔(۹۷)

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

کیونکہ اسوۃ کے معنی نمونہ ہے خواہ اچھا ہو یا برا۔ ''اسی لئے اس آیت مبارکہ میں اسوۃ کو لفظ حسنہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے''۔(۹۸)

رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو بہترین نمونہ فرمایا گیا۔ آپ ﷺ کی ذات میں ایسے نیک خصائل اور سنن صالحہ ہیں جو واجب الاتباع ہیں۔

سورۃ الممتحنہ میں لفظ ''اسوۃ'' دومرتبہ استعمال ہوا ہے اور حضرت ابراہیمؑ اور آپ پر ایمان لانے والوں کو نمونہ قرار دیا ہے۔

(۲) **قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراهیم والذین معه ج (۹۹)**

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں۔

(۳) **لقد کان لکم فیهم اسوة حسنة۔(۱۰۰)**

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے ان میں اچھا نمونہ تھا۔

لفظ ''اسوۃ'' کا استعمال احادیث میں:

احادیث مبارکہ میں بھی لفظ اسوۃ کا استعمال نمونہ کامل کے مفہوم میں ہی ہوا ہے۔ مثال کے طور پر دو احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) **فقال عبداللہ: الیس لک فی رسول اللہ، اسوة، فقلت، بلی، واللہ۔(۱۰۱)**

ترجمہ: (سعید بن یسار کا بیان ہے) حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے مجھ سے فرمایا: ''کیا رسول خدا ﷺ کی پیروی تمہارے لئے کافی نہیں ہے؟ میں عرض گزار ہوا کہ خدا کی قسم کیوں نہیں۔''

(۲) **قدم النبی ﷺ فطاف بالبیت سبعا و صلّی خلف المقام رکعتین وطاف بین الصفا والمروة سبعا وقد کان رسول اللہ ﷺ اسوة حسنة۔(۱۰۲)**

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ مکہ تشریف لے گئے۔ سات بار طواف کعبہ کیا۔ مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعات نماز ادا کی اور سات بار صفا مروہ کا طواف کیا اور تمہارے لئے خدا کے رسول کے عمل میں بہترین نمونہ ہے)۔

سیرت کا موضوع:

سیرت، حدیث، سنت، اسوۃ مختلف لغات میں ان الفاظ کے معانی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تمام الفاظ ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ اگر ان میں کوئی باریک سا فرق ہے بھی تو وہ اختلاف کے زمرے میں نہیں آتا۔ لہٰذا ان تعریفات کی روشنی میں سیرت کا جو موضوع متعین ہوتا ہے وہ انتہائی وسیع ہے۔

سیرت کے معنی چال چلن ہے، یعنی حضور اکرم ﷺ کے اخلاق و کردار کا بیان۔ سیرت کے معنی راستہ یا طریقہ بھی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا راستہ یا طریقہ جو کہ قرآن و سنت کے احکام ہیں۔ لفظ سیرت کے معنی ہیئت یا حالت بھی ہے، گویا نبی کریم ﷺ کے شکل و شمائل مبارکہ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ سیرت کے معنی عادت بھی ہے۔ یعنی حضور اکرم ﷺ کے عادات مبارکہ کا بیان۔ سیرت کے معنی سلوک، رویہ، برتاؤ بھی ہے تو اس میں حضور اکرم ﷺ کا ہر ایک کے ساتھ سلوک کا بھی بیان ہوتا ہے اور سیرت کے معنی سوانح عمری بھی ہے یعنی رحمت اللعلمین ﷺ کی حیات طیبہ کے واقعات کا بیان۔

یعنی سیرت کا موضوع آپ ﷺ کے صرف حالات زندگی ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ سے متعلق ہر بات سیرت کے دائرہ میں آتی ہے حتیٰ کہ کفار ومشرکین کے حالات بھی سیرت کا جزو بن گئے ہیں جو دعوت حق کی راہ میں رکاوٹیں ڈالتے تھے اور آپ ﷺ سے برسرِ پیکار رہے اور آپ ﷺ پر اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے تھے، چنانچہ سیرت کے موضوع میں وہ تمام واقعات جو مکی اور مدنی دور میں پیش آئے، شامل ہیں اور ان واقعات میں جتنے بھی لوگ شامل رہے خواہ وہ مسلمان تھے یا کافر ومنافق وہ سب سیرت کے موضوع میں شامل ہو گئے ۔ کیونکہ جب تک کسی چیز کی ضد نہ بتائی جائے اس چیز کی اہمیت پوری طرح واضح نہیں ہوتی ۔ زندگی کی اہمیت بتائی ہو تو موت کا ذکر بھی لازی ہے، تندرستی کے فوائد بتانا ہوں تو امراض کے نقصانات بھی سامنے لانا ہونگے، روشنی کی بات کی جائے تو اندھیرے کا تذکرہ بھی کرنا ہوگا، عدل کا بیان ہوگا تو ظلم کی داستان بھی سنائی جائے گی ۔ گویا ہر چیز کے ساتھ اس کی ضد کو بیان کرنا لازمی ہے تاکہ اس چیز کی اہمیت کھل کر سامنے آجائے ۔

جب سیرت طیبہ کے بیان کا آغاز کیا جاتا ہے تو پہلے دنیا کے، بالخصوص عرب کے ان حالات کی منظر کشی کی جاتی ہے جو آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت تھے ۔ کس طرح دنیا میں وحشت و بربریت کا دور دورہ تھا، اللہ کے بندے اللہ سے بے گانہ تھے، اشرف المخلوقات اسفل المخلوقات بنی ہوئی تھی ۔ روم وایران، بظاہر چمکتی دمکتی تہذیبوں کا مرکز تھے لیکن عوام الناس ظلم و جبر کا شکار تھے ۔ یہ تمام تذکرہ سیرت کا موضوع ہوتا ہے ۔

گویا سیرت کا اصل اور بنیادی موضوع تو نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے ۔ وہ ذات جو ایک مثالی اور کامل واکمل ہستی ہے، جو اللہ کا پیغام لے کر دنیا میں بھیجی گئی اور جس کے ذریعہ سے اللہ کے دین کی تکمیل ہوئی ۔ لیکن سیرت کا موضوع اس ہستی گرامی کی محض سوانح عمری نہیں ہے بلکہ اسلام کی مکمل تاریخ ہے ۔ کیونکہ اسلام کی تاریخ اور پیغمبر اسلام کی سیرت لازم وملزوم ہیں ۔ لیکن اس ذات گرامی کی حیات مبارکہ کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے ہمیں متذکرہ بالا تمام امور کا ذکر بھی ضمناً کرنا لازمی ہوتا ہے ۔

> ”حضور اکرم ﷺ کی زندگی ایک بین الاقوامی مشن کی داستان ہے، وہ قرآن کے ابدی اصولوں کی تفسیر ہے، جسے عمل کی زبان میں مرتب کیا گیا ہے ۔ وہ اس مقدس پیغام کی تکمیل ہے جس کی مشعل آدمؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور جملہ انبیاء اپنے اپنے دور میں روشن کرتے رہے ہیں ۔ ہم سیرت پاک کو مربوط نہیں کر سکتے، واقعات کی توجیہ نہیں کر سکتے تاوقتیکہ ہم حضور اکرم ﷺ کے کام کی نوعیت، اس کے امتیازی پہلوؤں اور اس کے دائرہ کی وسعتوں کو پیش نظر نہ رکھ لیں“ ۔ (۱۰۳)

آپ ﷺ سراپا قرآن ہیں ۔ قرآن کا ہر حکم عملی صورت میں آپ ﷺ کی سیرت میں موجود ہے ۔ لہٰذا آپ ﷺ کی سیرت کو بیان کرنا گویا قرآن کے احکام کو بیان کرنا ہے ۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کی خصوصیات دو طرح کی ہیں ۔ اول وہ جو آپ ﷺ کے وجود گرامی میں اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائی ہیں:

وانک لعلیٰ خلقٍ عظیمٍ ۔ (۱۰۴) ترجمہ: بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں ۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔(۱۰۵)

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔

دوم وہ خصوصیات ہیں جو بحیثیت نبی آپ ﷺ کو عطا فرمائی گئی ہیں۔

کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم اٰیٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون ○ (۱۰۶)

ترجمہ: (اس طرح جیسے ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تمہارے روبرو ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں اس کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے)

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ط ولو کرہ المشرکون ○ (۱۰۷)

ترجمہ: وہ اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے وہ غالب کردے، سارے (بقیہ) دینوں پر خواہ مشرکوں کو (کیسا ہی) ناگوار گزرے۔

سیرت کا موضوع آپ ﷺ کی دونوں طرح کی خصوصیات ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کے اغراض ومقاصد:

انسانی زندگی کے اغراض ومقاصد:

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کے اغراض ومقاصد کا جائزہ لینے سے قبل اگر ہم انسانی زندگی کی غرض وغایت معلوم کرلیں تو حضور اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ کے مطالعہ کے اغراض ومقاصد خود بخود سامنے آجائیں گے۔ انسان دنیا میں کس لئے آیا ہے؟ اس کو دنیامین جو زندگی ملتی ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ کھانا پینا اور ختم ہوجانا؟ ایسا تو جانوروں کے ساتھ بھی ہوتا ہے تو انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے، اس کی زندگی کا مقصد یقیناً کچھ اور ہے۔ یہ مقصد انسان کو اس وقت پتہ چلتا ہے جب وہ اپنی حقیقت کو جان لیتا ہے۔ اگر وہ ان احمقانہ نظریات پر یقین کرلے کہ وہ پہلے بندر تھا اور خود بخود ترقی کر کے موجودہ شکل میں تبدیل ہوگیا یا یہ کہ اس کی پیدائش اتفاقیہ طور پر ہوگئی اور کسی وقت اتفاق ہی سے ختم ہوجائے گا تو اس کے نزدیک سب کچھ یہی دنیا ہو کر رہ جاتی ہے اور اس کا مقصد اسی دنیا تک محدود ہوجاتا ہے۔ خواہ یہاں وہ کتنی ہی ترقی کرلے۔ بہر حال وہ یہیں تک محدود رہتا ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد محض اس دنیا تک محدود نہیں بلکہ لامتناہی ہے، جس کا آغاز اس دنیا کی زندگی کے اختتام پر ہوگا۔

انسان کو اپنی اس حیات فانی کا مقصد قرآن حکیم کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے:

وھوالذی جعلکم خلآئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجت لیبلوکم فی مآ اتکم ط (۱۰۸)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں اپنا نائب بنایا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیئے تاکہ جو کچھ اس نے تمھیں بخشا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔

سورۃ البقرہ میں تخلیق آدم کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمادیا۔

و اذ قال ربک للملٰئِکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ ط (۱۰۹)

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں''۔

گویا انسان اللہ کا نائب اور اشرف المخلوقات ہے۔ چنانچہ جتنا بلند مقام ہوگا اتنی ہی بھاری ذمہ داریاں ہونگی اور طرح طرح کے مسائل درپیش ہونگے۔ اسلام زندگی کے تمام مسائل کا حل بہترین طریقہ پر پیش کرتا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی دوسرا نظام اس معاملہ میں اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس بات کی تصدیق ہر شخص کرسکتا ہے۔ خواہ وہ کسی بھی قوم و مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ بشرطیکہ وہ وسیع النظر اور تعصب سے بالاتر ہو۔ کائنات میں انسان کو تمام مخلوقات پر افضل ترین مقام عطا فرمایا گیا، ہدایت کا سلسلہ بھی انسان ہی کے لئے قائم کیا گیا چنانچہ تمام انبیاء کرام بشر ہی تھے۔ تمام احکامات الٰہی کا مکلّف انسان ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولقد کرمنا بنی آدم وحملنا ھم فی البر والبحر و رزقناھم من الطیبٰت وفضلنا ھم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلاً ٥ (۱۱۰)

ترجمہ: ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو خشکی اور تری میں سواریاں دیں اور ان کو پاک چیزوں سے رزق عطا کیا اور بہت سی ان چیزوں پر جو ہم نے پیدا کی ہیں، ان کو ایک طرح کی فضیلت عطا کی ہے۔

گویا انسان کی تخلیق کی غرض وغایت یہ ہے کہ اپنے بلند مقام یعنی منصب نیابت کا حق ادا کردے اور جس کا وہ نائب ہے اس کی اطاعت کرے اور یہ جان لے کہ یہ کائنات اس کے تصرف کے لئے ہے لیکن اس تصرف کا بھی ایک قاعدہ وطریقہ ہے اور یہ قاعدہ وطریقہ اسے اللہ کے پیغمبروں کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔ اتنی اعلیٰ مرتبہ مخلوق کا نصب العین کیا ہونا چاہیے؟

انسان کا نصب العین:

۱۔ رضائے الٰہی کا حصول۔

۲۔ دنیا وآخرت میں کامیابی کا حصول۔

۳۔ سکون قلب کا حصول۔

کیا یہ نصب العین انسان کو بغیر انبیاء کرام کی رہنمائی کے حاصل ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ''اللہ کی مرضی ومنشاء یہ ہے کہ انسان دونوں عالم میں کامیابی حاصل کرے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقاصد کا تعین صحیح طور پر کرے اور ان کے حصول کے لئے صحیح

راہ عمل تلاش کرے۔ اس کے لئے اسے ہدایت کی ضرورت ہے تا کہ وہ یہ معلوم کر سکے کہ فلاح کس عقیدے اور کس طریقہ میں ہے۔ اسلام نے اس دوگونہ کامیابی کے حصول کا جو طریقہ بتایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت ہے۔ اس لئے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اور اس کی اطاعت کے ذریعہ سے اس ہدایت سے پورا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے"۔(۱۱۱)

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کے اغراض ومقاصد:

بحیثیت مسلمان ہمارا یہ ایمان ہے کہ صرف اور صرف حضور اکرم ﷺ کی ذات ہی ہمارے لئے نمونہ کامل ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے ہی ہمارے تمام اغراض ومقاصد وابستہ ہیں۔ ہمیں دین ودنیا میں کامیابی حاصل ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ آپ ﷺ کی حیات مقدسہ وکاملہ سے رہنمائی حاصل نہ کریں۔ ہمارا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ جب رضائے الٰہی حاصل ہو جائے تو دنیا وآخرت میں کامیابی ہے اور جب انسان کامیاب وکامران ہو جاتا ہے تو اسے سکون قلب حاصل ہو جاتا ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت کے مطالعہ کا مقصد انسان کی کامیابی وترقی ہے۔ انسان صحیح سمت میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتا جب تک کہ سیرت نبوی ﷺ سامنے نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لقد من اللّٰہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ ط (۱۱۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان کیا کہ ان میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیا جو انھیں آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا:

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ ط (۱۱۳)

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی بعثت کی غرض وغایت خود بیان فرمادی تو اب ہمارے سامنے اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں کہ ہم نبی ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں۔

رسالت کی ضرورت واہمیت:

اس کائنات میں سلسلہ نبوت ورسالت کیوں قائم کیا گیا؟ اس سوال کا جواب ہمیں اس وقت ملتا ہے جب ہم تخلیق انسان وکائنات کا مقصد سمجھ لیں۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ انسان زمین پر اللہ کا نائب ہے۔

و اذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ ط (۱۱۴)

ترجمہ: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

اس بلند منصب کے سبب تمام کائنات اس کی خادم ہے اور وہ مخدوم ہے۔

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ○ (۱۱۵)

ترجمہ: (اس پروردگار نے تمہارے لئے تخلیق کیا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب)

وہ اللہ کا نائب ہے، چنانچہ اس کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات سے واقف ہو اور اپنے آقا و مالک کے بتائے ہوئے طریقے پر چلے۔ اسی میں اس کی فلاح ہے۔

فاما یاتینکم منی ھدیً فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ (۱۱۶)

ترجمہ: پھر جب تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کوئی اندیشہ ہوگا نہ کوئی غم۔

یہ ہدایت جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا سلسلہ نبوت و رسالت ہے۔ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ وہ اپنے بندوں کو سزا سے بچانا چاہتا ہے۔ اسی لئے اس نے بندوں کی اصلاح کا اہتمام بذریعہ انبیاء کرام فرمایا۔ چنانچہ دونوں جہانوں میں کامیابی کیلئے جس رہنمائی کی ضرورت ہے وہ صرف اور صرف انبیاء کرام کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ انبیاء کرام ہی ہمیں بتاتے ہیں کہ اصل کامیابی اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی و منشاء بندوں کو بتانے کے لئے جو انتظام فرمایا اس کو دین کی اصطلاح میں ''رسالت'' یا نبوت کہا جاتا ہے۔ عقیدہ رسالت و نبوت جزو ایمان ہے۔ رسالت پر ایمان کے بغیر توحید و آخرت پر بھی صحیح ایمان ناممکن ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کی ضرورت واہمیت:

انسان کے منصب خلافت کا تقاضہ ہے کہ وہ بہترین اخلاق و کردار کا پیکر ہو۔ چنانچہ اس کی اخلاقی تربیت و اصلاح سب سے زیادہ ضروری ہے۔

اس تربیت و اصلاح کے چند طریقے ہیں:

۱۔ وعظ و نصیحت بذریعہ تقریر

۲۔ وعظ و نصیحت بذریعہ تحریر

۳۔ اصلاح بذریعہ جبر

۴۔ اصلاح بذریعہ عمل

مذکورہ بالا ابتدائی تین طریقوں میں بہت سے نقائص ہیں۔ جبکہ بہترین طریقہ یہ ہے کہ خود نمونہ عمل بن کر سامنے آیا جائے یعنی اصلاح بذریعہ عمل ہو۔ ایسی ہستی جو مکمل نمونہ عمل ہے، جو قرآن ناطق ہے، جس کا ہر عمل قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ اور جس کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے اسے کھول کر بیان کردے اور عملی پیکر بن کر لوگوں کے سامنے آئے:

و انزلنآ الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ط (۱۱۷)

ترجمہ: یعنی آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہے۔

ترجمہ: ہم نے آپ ﷺ کی طرف ذکر (قرآن مجید) اتارا تاکہ آپ لوگوں کو بتائیں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کئے گئے ہیں۔

مطالعہ سیرت کی ضرورت واہمیت کئی پہلوؤں سے ہے۔ دینی، تہذیبی، عملی، تاریخی، بین الاقوامی غرضیکہ سیرت محض ایک ہستی کی سوانح حیات ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء جاننے کا ذریعہ بھی ہے۔ جس طرح قرآن حکیم نبی کریم ﷺ کا زندہ معجزہ ہے یعنی یہ وقتی معجزہ نہیں بلکہ تاقیامت قائم رہنے والا معجزہ ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ قرآن مجید سے نئے نئے معانی ومطالب نکلتے چلے آتے ہیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ کی سیرت وارشادات میں بھی وہ حقائق ومعارف پنہاں ہیں جو ہر آنے والے دن میں لوگوں کے سامنے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ قرآن مجید اور احادیث نبوی پر مشتمل ہے۔ قرآن وحی جلی یا وحی متلو ہے اور حدیث وحی خفی یا وحی غیر متلو ہے۔ قرآن کے احکام بھی اللہ کے ہیں اور الفاظ بھی جبکہ حدیث کے احکام تو اللہ کے ہیں لیکن الفاظ رسول اللہ ﷺ کے۔ اپنی زندگی کو اسلامی بنانے کے لئے قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنا ہوگا۔ ہم قرآن کے احکام پر اس وقت تک عمل نہیں کر سکتے جب تک کوئی عملی نمونہ ہمارے سامنے موجود نہ ہو۔ وہ عملی نمونہ نبی کریم ﷺ کی ذات ہے اور آپ ﷺ کی ذات کے بارے میں ہم سیرت نبوی ﷺ کے مطالعہ کے بغیر کچھ نہیں جان سکتے۔ نبی ﷺ کی بعثت کا تو مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومآ ارسلنا من رسولٍ الا لیطاع باذن اللّٰہ۔ (۱۱۸)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفرلکم ذنوبکم ط (۱۱۹)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمھیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔

گویا رسول ﷺ کا اتباع اللہ کی خوشنودی کا راستہ ہے اور ہماری مغفرت کا ذریعہ۔ لہٰذا نبی ﷺ کی سیرت کا مطالعہ لازمی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اتباع کے متعلق ایک اور مقام پر ارشاد الٰہی ہے:

واتبعوہ لعلکم تھتدون ○ (۱۲۰)

ترجمہ: اور اتباع کرو (اس رسول ﷺ کا) تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

یعنی ہمیں ہدایت اسی وقت ہی ملے گی جب ہم رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس طرح کے ارشادات

ہمارے لئے دراصل سیرت نبوی ﷺ کے مطالعہ کی اہمیت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔سیرت طیبہ کا مطالعہ نہ صرف ہمارے ایمان کا تقاضہ ہے بلکہ یہ وہ حقیقی ضرورت ہے جس کو ساری دنیا تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔کیونکہ نمونہ کامل ہونے کے لئے اس شخصیت کی سیرت کا کچھ شرائط پر پورا اترنا لازمی ہے۔ایسی سیرت بجز سیرت النبی ﷺ کے کوئی دوسری نہیں ہے۔وہ شرائط یہ ہیں:

نمونہ کامل ہونے کی شرائط:

تاریخی حیثیت:

کسی شخصیت کی تاریخی حیثیت سے مراد یہ ہے کہ اس انسان کے حالات زندگی تاریخ اور روایات کے لحاظ سے مستند ہوں کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ جب تک اسے کسی شخصیت کے تمام اہم پہلوؤں کی صداقت پر یقین نہ ہو وہ اس سے متاثر نہیں ہوتا اور نہ ہی اس شخصیت کی پیروی اور تقلید کی کوشش کرتا ہے۔

وہ واحد ہستی جس کی سیرت کا تاریخی پہلو مکمل اور بے نقص ہے صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی ہے۔تمام دنیا یہ بات متفقہ طور پر تسلیم کرتی ہے کہ اہل اسلام نے نہ صرف اپنے پیغمبر کی حیات مقدسہ کے ہر پہلو کی حفاظت اپنی جان سے بڑھ کر کی ہے اور آپ ﷺ سے متعلق ایک ایک بات جاننے کے لئے کتنی ہی مشقت اٹھانی پڑی، بخوشی اٹھائی ہے۔یہاں تک کہ ان لوگوں کی شخصیات بھی تاریخی ہو گئیں۔جو راویان حدیث تھے۔کیونکہ احادیث کا تحریری سرمایہ جمع کرنے کے لئے راوی کے بارے میں بھی چھان بین ضروری تھی تاکہ حدیث کی صحت میں شبہ کی گنجائش نہ رہے۔اس طرح مسلمانوں میں علم اسماء الرجال کی بنیاد پڑ گئی جس کے بارے میں مشہور جرمن ڈاکٹر اسپرنگر کہتے ہیں:

> ''کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہو سکتا ہے''۔(۱۲۱)
>
> ''صحابہ کرام کی تعداد حیات نبوی کے آخیر سال حجۃ الوداع میں تقریباً ایک لاکھ تھی۔ان میں گیارہ ہزار آدمی ایسے ہیں جن کے نام و نشان آج تحریری صورت میں تاریخ کے اوراق میں جو خاص ان ہی کے حالات میں لکھے گئے ہیں اس لئے موجود ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن میں سے ہر ایک نے کم و بیش آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال و واقعات میں سے کچھ نہ کچھ حصہ دوسروں تک پہنچایا ہے۔یعنی جنہوں نے روایت کی خدمت انجام دی ہے اور یہی سبب ان کی تاریخی زندگی کا ہے''۔(۱۲۲)

کامل حیثیت:

کسی شخصیت کی سیرت دنیا کے لئے دائمی نمونہ عمل اسی وقت بن سکتی ہے جب اس کی حیات کے تمام پہلو اور گوشے دنیا کے سامنے ہوں اور زندگی کا ہر لمحہ مکمل طور پر واضح اور محفوظ ہو۔ایسی سیرت جو کامل اور روز روشن کی طرح دنیا کے سامنے عیاں ہے، صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔آپ ﷺ کی حیات مقدسہ کا ہر لمحہ از ولادت تا رحلت آپ ﷺ کے اہل قبیلہ و وطن کی

آنکھوں کے سامنے رہا، انہوں نے آپ ﷺ کے اظہار نبوت کے بعد آپ ﷺ کی سخت مخالفت کی، یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کے جانی دشمن ہو گئے، آپ ﷺ کو ترک وطن پر مجبور کیا لیکن ان کو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ وہ آپ ﷺ کی ذات میں کسی قسم کی خامی یا کمزوری کی نشاندہی کر سکتے۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کی ذات والا صفات کتنی مکمل، بے عیب اور کتنی شفاف تھی۔

''ان (ﷺ) کی زندگی کا کوئی مختصر سے مختصر زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا جب وہ (ﷺ) اپنے اہل وطن کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر آئندہ کی تیاری میں مصروف ہوں۔ پیدائش، شیر خوارگی، بچپن، ہوش و تمیز، جوانی، تجارت، آمد و رفت، شادی، احباب قبل از نبوت، قریش کی لڑائی اور قریش کے معاہدہ میں شرکت، امین بننا، خانہ کعبہ میں پتھر نصب کرنا، رفتہ رفتہ تنہائی پسندی، غار حرا کی گوشہ نشینی، وحی، اسلام کا ظہور، دعوت، تبلیغ، مخالفت، سفر طائف، معراج، ہجرت، غزوات، حدیبیہ کی صلح، دعوت اسلام کے نامہ و پیام، اسلام کی اشاعت، تکمیل دین، حجۃ الوداع اور وفات۔ ان میں کونسا زمانہ ہے جو دنیا کی نگاہوں کے سامنے نہیں اور آپ ﷺ کی کونسی حالت ہے جس سے اہل تاریخ ناواقف ہیں؟ سچ جھوٹ، صحیح غلط ہر چیز الگ الگ موجود ہے اور اس کو ہر شخص جان سکتا ہے۔ کبھی خیال ہوتا ہے کہ محدثین نے موضوع اور ضعیف روایتوں تک کو کیوں محفوظ رکھا؟ مگر خیال آیا کہ اس میں مصلحت الٰہی یہ تھی کہ معترضوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کی کمزوریوں کو چھپانے کے لئے بہت سی روایتوں کو غائب کر دیا، جیسا کہ آج عیسائی لٹریچر پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ اسلئے ہمارے محدثین کرام نے اپنے پیغمبر کے متعلق صحیح اور غلط سارا مواد سب کے سامنے لا کر رکھ دیا اور ان دونوں کے درمیان تفرقے بتادیئے ہیں اور اصول مقرر کر دیئے ہیں۔ ''اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، شادی بیاہ، بال بچے، دوست احباب، نماز روزہ، دن رات کی عبادت، صلح و جنگ، آمد و روفت، سفر و حضر، نہانا دھونا، کھانا پینا، ہنسنا رونا، پہننا اوڑھنا، چلنا پھرنا، ہنسی مذاق، بولنا چالنا، خلوت جلوت، ملنا جلنا، طور طریق، رنگ و بو، خط و خال، قد و قامت یہاں تک کہ میاں بیوی کے خانگی تعلقات اور ہم خوابی و طہارت کے واقعات ہر چیز پوری روشنی میں مذکور، معلوم اور محفوظ ہے''۔ (۱۲۳)

آپ ﷺ کی سچائی اور معصومیت سے متعلق غیروں اور دشمنوں کی بھی وہی رائے تھی جو اپنے لوگوں کی تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا ہر لحہ ہر ایک کے سامنے تھا۔ آپ ﷺ کے جانی دشمن ابوجہل نے آپ ﷺ کی صداقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

''اے محمد ﷺ میں تمھیں جھوٹا نہیں کہتا، لیکن جو کچھ تم سمجھاتے ہو، اس کو صحیح نہیں سمجھتا''۔ (۱۲۴)

ابوجہل کی اس بات پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

فانھم لا یکذبونک ولکن الظلمین بایٰت اللہ یجحدون ○ (۱۲۵)

ترجمہ: تو وہ تمھیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

کسی بھی انسان سے اس کے قریب کے لوگ زیادہ واقف ہوتے ہیں۔اور وہی اس کے بارے میں صحیح رائے دے سکتے ہیں۔اس پہلو سے بھی ہم حضور اکرم ﷺ کی حیات مقدسہ میں تکمیلی صورت ہی دیکھتے ہیں۔آپ ﷺ پر اول ایمان لانے والے آپ ﷺ کے قریب ترین احباب تھے۔اس کا اعتراف غیر مسلموں نے بھی اس طرح کیا ہے کہ والٹیر کا مشہور فقرہ ہے:

"No man is a hero to his volit"

یعنی کوئی شخص اپنے گھر کا ہیرو نہیں ہوتا۔

والٹیر کی اس رائے کو مدنظر رکھتے ہوئے باسورتھ اسمتھ (Basverth Smith) نے لکھا:

''یہ اصول پیغمبر اسلام کے متعلق صحیح نہیں ہے''۔(۱۲۶)

جامعیت:

کسی شخصیت کے عملی نمونہ بننے کیلئے جامعیت بھی ایک لازمی شرط ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ ہر انسانی طبقہ کے ہر فرد کو زندگی کے ہر معاملہ میں اس سے رہنمائی حاصل ہوتی ہو۔اس پہلو سے بھی دیکھا جائے تو یہ بات نظر آتی ہے کہ سوائے خاتم الانبیاء ﷺ کے دنیا کی کوئی دوسری شخصیت حتیٰ کہ انبیاء کرام کی شخصیات بھی اس معیار پر پوری نہیں اترتیں۔اگرچہ کہ تمام انبیاء کرام منصب نبوت، صداقت اور فضائل اخلاق میں بہترین تھے اور ان سب پر ایمان لانا جزو ایمان ہے۔قرآن کریم کے مطابق:

لا نفرق بین احد من رسله۔(۱۲۷)

ترجمہ: ''ہم اس کے رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے''۔

لیکن یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تلک الرسول فضلنا بعضهم علی بعضٍ ط منهم من کلم اللّٰه ورفع بعضهم درجٰت ط (۱۲۸)

ترجمہ: ''یہ رسول ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت بخشی ہے۔ان میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور بعض کو ان میں سے بہت سے درجوں پر سرفراز کیا''۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے خود انبیاء کرام کی فضیلتوں میں فرق فرمایا ہے اور ماحول کی ضروریات اور مصالح کے مطابق ان کے فضائل کا ظہور ہوا ہے اور جس فضیلت کے اظہار کی ضرورت ہوئی وہ پوری طرح اجاگر ہوگئی۔گویا انبیاء سابقین کی تعلیمات وقتی اور نامکمل تھیں۔اسی لئے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ ختم ہوگئیں لیکن حضرت محمد ﷺ کی رسالت مکمل، آخری اور عمومی تھی اسلئے آپ ﷺ کے تمام فضائل و کمالات رسالت پوری آب و تاب کے ساتھ تمام عالم میں جلوہ گر ہوئے۔

مناہج سیرت :

محد ثانہ اسلوب:

جس طرح فن حدیث میں روایت و درایت کی اہمیت ہے اور بغیر چھان بین اور تحقیق کے کوئی حدیث قبول نہیں کی جاتی، اسی طرح فن سیرت میں بھی تحقیق سے کام لیا گیا ہے۔ ''اصحاب حدیث دراصل تین امور کو جمع کرتے ہیں (۱) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا فرمایا؟ (۲) آپ ﷺ نے کیا کام کیا؟ (۳) آپ ﷺ کے وقت میں کیا، کیا گیا؟ اصحاب سیرت بھی ان ہی تین امور کو جمع کرتے ہیں۔''

سیرت نبوی ﷺ کی باقاعدہ تدوین کا آغاز نبوت ﷺ کے تقریباً ایک صدی بعد ہوا۔ سیرت نگاری کا ماخذ دراصل احادیث ہی تھیں اور سیرت پر ابتدائی کام محدثین ہی نے کیا ہے۔ مستند کتب حدیث میں سیرت کے بارے میں جو ذخیرہ ملتا ہے وہ سو فیصد صحیح اور قابل اعتماد ہے، کیونکہ مسلم علماء نے فن روایت و درایت کے ذریعہ تحقیق کا جو معیار قائم کیا ہے وہ علم حدیث کے معیارات اور اصول وضوابط کو پیش نظر رکھ کر مواد جمع ومرتب کیا، پھر سیرت کے واقعات وموضوعات کی مناسبت سے اسے ترتیب دے دیا۔

لیکن محدثین کے سامنے بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو بات نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منسوب کی جائے اس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کا شائبہ تک نہ ہو۔ اور جو راوی وہ روایت بیان کر رہا ہے وہ اس نے اپنے کانوں سے سنی ہو بلکہ سننے کی کیفیت بھی معلوم ہونی چاہیے۔ یا جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے تو راوی خود شریک واقعہ تھا یا اگر وہ خود شریک واقعہ نہیں تھا تو اس واقعہ تک تمام راویوں کے نام بالترتیب بیان کئے جائیں اور ساتھ ہی ان راویوں کے بارے میں تحقیق بھی کی جائے کہ وہ کس طرح کے لوگ تھے؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ حافظہ قوی تھا یا کمزور؟ علم وعقل کے لحاظ سے کیسے تھے؟ سوجھ بوجھ کیسی تھی؟ کیسے اخلاق وکردار کے مالک تھے؟ راویان کے بارے میں یہ تمام تفصیلات جاننے کے لئے مسلمانوں نے وہ عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی نظیر علم کی دنیا میں کہیں نہیں ملتی، اس فن کا نام ''علم اسماء الرجال'' ہے۔

جس کا اعتراف غیر مسلم بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر اسپرنگر نے ''الاصابہ'' کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ''دنیا میں نہ تو کوئی قوم ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہو سکتا ہے''۔ (۱۲۹)

احادیث کے ہر مجموعہ میں سیرت سے متعلق علیحدہ ابواب موجود ہیں اور یہی ابواب دراصل سیرت نگاری کا ماخذ ہیں۔ فرق یہ ہے کہ:

> ''اصحاب حدیث کا مقصود بالذات احکام کو جاننا ہوتا ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات سے ان کی بحث ضمناً ہوتی ہے اور اصحاب سیر کا مقصود بالذات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جاننا ہے۔ احکام پر ان کے یہاں بحث ضمناً ہوتی ہے''۔ (۱۳۰)

چنانچہ محدثین اپنے معیار پر روایات کا جائزہ لیتے ہیں اور واقعات میں ترتیب قائم رکھنا ان کے پیش نظر نہیں ہوتا۔ جبکہ سیرت میں واقعات کی ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ لیکن سند اور صحت کے لحاظ سے حدیث اور سیرت میں فرق نہیں ہے۔

مؤرخانہ اسلوب:

اس اسلوب کا آغاز حضرت عروہؓ بن زبیرؓ نے کیا۔ وہ سیرت اور مغازی کے واقعات کو جمع کر کے ترتیب دے لیا کرتے تھے۔ ان کے بعد امام زہری اور ابن اسحٰق نے یہ طرز اختیار کیا۔ لوگوں کو دینی احکام کے علاوہ حضور ﷺ کی زندگی کے حالات و واقعات جاننے میں بھی بڑی دلچسپی تھی اور یہ حب رسول ﷺ کا تقاضا بھی تھا۔

چنانچہ سیرت کا مؤرخانہ اسلوب ایک ضرورت بن گیا اور بعض اہل علم نے کلیۃً مؤرخانہ انداز پر کتب مرتب کیں۔ ان ابتدائی سیرت نگاروں میں امام زہری اور ابن اسحٰق کے بعد واقدی اور ابن ہشام شامل ہیں۔ امت میں سیرت نگاری کا یہ انداز قبولیت عام حاصل کر گیا اور لوگ حیات نبوی ﷺ کے واقعات کو اسی طرح ترتیب میں ذوق وشوق سے پڑھنا چاہتے تھے۔

تیسری صدی ہجری تک مؤرخانہ طرز بیان ایک معروف اسلوب بن گیا۔ ابتداء میں بعض محدثین نے اس اسلوب پر کچھ اعتراض اٹھایا تھا لیکن اس اسلوب میں صحت اور سند کا خیال رکھے جانے کی وجہ سے معترضین خاموش ہو گئے۔

مؤلفانہ اسلوب:

مؤرخانہ اسلوب کے عام ہونے پر کتب سیرت کا ایک سلسلہ جاری وساری ہو گیا اور اب ایک تیسرے اسلوب کا اضافہ ہوا اور وہ مؤلفانہ اسلوب تھا جس میں سیرت کی مختلف کتب اور ماخذوں کو سامنے رکھتے ہوئے نئی نئی کتب تالیف کی جانے لگیں اور تیسری صدی ہجری کے اواخر میں تالیفات کے سلسلہ کا آغاز ہو گیا جو آج تک جاری ہے۔

فقیہانہ اسلوب:

جب ہم سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو بہت سے پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ بلکہ ہماری پوری زندگی حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات مقدسہ سے رہنمائی لے کر ہی کامیاب ہو سکتی ہے جس کا ثبوت یہ آیت ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ○ (۱۳۱)

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

یعنی جب ہم سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو دراصل سنّت کا مطالعہ کر رہے ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی درحقیقت تمام احکامات الٰہیہ کا عملی پیکر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل سے کوئی نہ کوئی حکم ہمارے سامنے آتا ہے۔ چنانچہ سیرت کا اس انداز میں بیان کرنا کہ اس سے فقہی احکام بھی معلوم ہو جائیں فقیہانہ اسلوب ہے۔

''سیرت کے بہت سے واقعات بالخصوص مغازی اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مہمات کی جو تفصیل ہے وہ اسلامی قوانین کا ماخذ بھی ہے اور سنت کے بہت سے احکام بھی اس سے نکلتے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ سیرت کے کون سے واقعہ سے سنت کا کونسا حکم نکلتا ہے۔ سیرت اور فقہ کی حدود مل جاتی ہیں''۔ (۱۳۲)

متکلمانہ اسلوب:

علم کلام کے ماہرین کو متکلمین کہا جاتا ہے۔ ''علم کلام'' سے مراد وہ علم ہے جس میں اسلامی عقائد کو عقلی دلائل کے ذریعہ ثابت کیا جاتا ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے بیان میں متکلمانہ اسلوب سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کو عقلی دلائل سے ثابت کیا جائے۔ اس علم کا آغاز محدثین نے کیا اور وہ سوالات اٹھائے گئے جن کا تعلق علم کلام سے تھا اور آپ ﷺ کی نبوت کو عقلی دلائل سے بھی ثابت کیا۔

ادیبانہ اسلوب:

سیرت نگاری کے ادیبانہ اسلوب کا آغاز بہت بعد میں ہوا ہے۔ جن لوگوں میں شاعرانہ اور ادیبانہ مزاج پایا جاتا تھا۔ انھوں نے اپنے اس انداز پر سیرت بیان کرنے کی ابتداء کی اور حکایات، نظم، مکالمہ اور کہانی کے انداز میں سیرت کے واقعات کو لکھنا شروع کر دیا۔ ماخذ ان کا بھی سیرت کی مستند کتب ہی تھیں اور مقصد ان کا بھی نیک ہی تھا۔ یعنی عامۃ الناس کے لئے ادبی رنگ و بو کی دلچسپی کے ساتھ سیرت کے مطالعہ کی ترغیب دی جائے۔ حالانکہ یہ انداز محدثین کے یہاں پسندیدہ نہیں ہے۔ ''محدثین اور مستند ارباب سیرت کی بارگاہ میں اس اسلوب کو پذیرائی نہیں مل سکی''۔ (۱۳۳)

مناظرانہ سلوب:

سیرت نگاری کی تاریخ میں وہ دور بھی آ گیا جب مسلمانوں کے مختلف مسالک کے مابین مناظروں کا آغاز ہوا اور مختلف خیال و رائے رکھنے والے مسلمانوں نے سیرت کے واقعات کی تشریح و تعبیر اپنے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق کی اور اپنے خیال کو صحیح ثابت کرنے کیلئے قرآنی دلائل پیش کئے، سیرت و احادیث سے بھی استدلال کیا گیا اور ایک بحث و مباحثہ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک دوسرے کے نظریات پر تنقید کی گئی اور نئے نئے مسائل کھڑے کئے گئے۔ اس مناظرانہ انداز کا یہ فائدہ ہوا کہ سیرت کا علم عام ہو گیا۔

اس بحث کا آغاز تو تیسری صدی ہجری سے ہو گیا تھا لیکن برصغیر میں اٹھارویں صدی میں انگریزوں کی آمد سے مسلمانوں کے فرقوں میں اختلافات رونما ہونے لگے اور آپس میں نئے نئے سوالات اٹھائے گئے۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

حوالہ جات

۱۔ رائد الطلاب/ جبران مسعود/ ص ۵۲۹/ السیر۔

۲۔ المنجد (عربی اردو)/ مترجمین مولانا سعد حسن خان یوسفی ورفقاء/ ص ۵۰۶۔

۳۔ المعجم الوسیط/ ڈاکٹر ابراہیم انیس ورفقاء/ ج ۱/ ص ۴۶۷/ سیر۔

۴۔ مختار الصحاح/ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر رازی/ ص ۳۲۵/ سیر۔

۵۔ المورد الوسیط/ روحی البعلبکی، منیر البعلبکی (اردو ترجمہ: پروفیسر عبد الرزاق) ص ۳۱۷/ سیرہ۔

۶۔ القاموس الاصلاحی (الجدید) عربی اردو/ وحید الزماں کیرانوی/ ص ۲۹۱۔

۷۔ بیان اللسان (عربی اردو ڈکشنری)/ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی/ ص ۳۸۲/ س۔ی۔

۸۔ مصباح اللغات/ ابو الفضل عبد الحفیظ بلیاوی/ ص ۴۱۱۔

۹۔ اردو دائرۃ المعارف/ دانشگاہ پنجاب/ ج ۱۱/ ص ۵۰۵۔

۱۰۔ اردو انگلش ڈکشنری/ فیروز سنز/ ص ۱۳۸/ Chaplain۔

۱۱۔ 21st Century Dictionary/ Page:233/ Chambers۔

۱۲۔ کشاف اصطلاحات الفنون/ محمد علی الفاروقی/ ص ۶۶۳/ بحوالہ: السیرۃ العالمی شمارہ ۳/ مقالہ نگار: مولانا اکرام اللہ جان قاسمی۔

۱۳۔ ماہنامہ فکر و نظر/ اپریل ۱۹۷۶/ ص ۸۲۶/ فن سیرت نگاری پر ایک نظر/ مضمون نگار: ڈاکٹر سید عبد اللہ۔

۱۴۔ اردو انسائیکلوپیڈیا/ ص ۹۴۴۔

۱۵۔ اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ/ دانش گاہ پنجاب/ ج ۱۱/ ص ۵۰۵۔

۱۶۔ سیرت نبوی کی ابتدائی کتابیں اور ان کے مؤلفین/ جوزف رووتس/ مترجمہ: نثار احمد فاروقی/ ص ۱۱۔

۱۷۔ سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)/ شبلی نعمانی/ مقدمہ ج ۱/ ص ۲۲ (حاشیہ)۔

۱۸۔ اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ/ دانش گاہ پنجاب/ ج ۱۴/ مقالہ سیرت/ ص ۱۷۴۔

۱۹۔ نقوش (رسول نمبر)/ شمارہ ۱۳۰/ مضمون سیرت کی جامعیت کے چند بنیادی اصول/ مضمون نگار قاری محمد طیب۔

۲۰۔ عجالۂ نافعہ/ شاہ عبد العزیز دہلوی/ ص ۲۱۴۔۴ (مقدمہ)۔

۲۱۔ سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)/ شبلی نعمانی/ ج ۱/ ص۔

۲۲۔ القرآن/ طٰہٰ، آیت ۲۱۔

۲۳۔ القرآن/ القصص، آیت ۲۹۔

۲۴۔ القرآن/ الروم، آیت ۹۔

۲۵۔ القرآن/ الطور، آیت ۱۰۔

۲۶۔ القرآن/المزمل، آیت ۲۰۔

۲۷۔ القرآن/المدثر، آیت ۱۰۔

۲۸۔ بخاری/کتاب التیمم، ۵۷۴۷۔

۲۹۔ بخاری/کتاب الجہاد/باب شجاعت فی الحرب والجبن۔

۳۰۔ شرح السنۃ/کتاب الفضائل، باب تواضعہ، ۳۵۷۷۔

۳۱۔ صحیح بخاری/بحوالہ تفہیم البخاری (مولانا ظہور الباری) کتاب الجہاد/ ج ۲/ص ۱۲۹۔

۳۲۔ مسند احمد بن حنبل/ ج ۱/ص ۱۲۸ (بحوالہ: اردو نثر میں سیرت رسولؐ/ ڈاکٹر انور محمود خالد/ص ۱۰۔

۳۳۔ محولہ بالا۔

۳۴۔ السنۃ النبویہ ومکانتھا فی التشریع/عباس متولی جمادہ (تقدیم محمد ابوزہرہ)/ص ۱۷۔

۳۵۔ السنۃ قبل از تدوین/محمد عجاج الخطیب/ص ۱۴۔

۳۶۔ علوم الحدیث ومصطلحہ/ ڈاکٹر صبحی الصالح/ص ۶۔

۳۷۔ لسان العرب/ابن منظور/ ج ۱۳/ص ۲۲۵۔

۳۸۔ دراسات فی الحدیث النبوی/محمد مصطفی الاعظمی/ ج ۱/ص ۱۱۔

۳۹۔ فی تدوین السنۃ المطہرہ/ ابوالیقظان عطیہ الجبوری۔

۴۰۔ من اللسان وا قاموس وشرحہ (مادہ سن) بحوالہ: حجۃ السنۃ/عبدالغنی، عبدالخالق/ص۔

۴۱۔ مختار الصحاح/ص ۳۷۱۔

۴۲۔ السنۃ النبویہ ومکانتھا فی التشریع/عباس متولی جمادہ (تقدیم محمد ابوزہرہ)/ص ۶۰، ۶۱۔

۴۳۔ المرجع السابق/ص ۶۱۔

۴۴۔ الموافقات/الشاطبی/ ج ۴، ص ۴۷۔

۴۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام/سیف الدین ابی الحسن علی الآمدی/ ج ۱/ص ۲۴۱۔

۴۶۔ اصول الحدیث/محمد عجاج الخطیب/ص ۱۸۔

۴۷۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۳۷۔

۴۸۔ القرآن/النساء، آیت ۲۶۔

۴۹۔ القرآن/الحجر، آیت ۱۳۔

۵۰۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۳۸۔

۵۱۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۶۲۔

۵۲۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۴۳۔

۵۳۔ القرآن/الفتح، آیت ۲۳۔
۵۴۔ علم اصول فقہ ایک تعارف/ ڈاکٹر عرفان خالد (شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد)۔
۵۵۔ مشکوٰۃ المصابیح/ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ/ تالیف امام ولی الدین تبریزی (ترجمہ: ابوانس محمد سرور گوہر)۔
۵۶۔ ایضاً۔
۵۷۔ سنن ابی داؤد/ باب الزوم السنۃ/ ج ۴/ص ۲۰۱۔
۵۸۔ صحیح مسلم/ ج ۲/ص ۷۰۵۔
۵۹۔ محاضرات حدیث/ ڈاکٹر محمود احمد غازی/ص ۱۸۔
۶۰۔ المورد الوسیط/ ڈاکٹر روحی البعلبکی، منیر البعلبکی (اردو ترجمہ: پروفیسر عبدالرزاق، جدید اردو عربی ڈکشنری)/ص ۲۱۵۔
۶۱۔ رائد الطلاب/ جبران مسعود/ص ۳۵۸/ ح دی ث۔
۶۲۔ بیان اللسان/ قاضی زین العابدین سجاد/ص ۲۲۲۔
۶۳۔ المعجم الوسیط/ ڈاکٹر ابراہیم انیس ورفقاء/ص ۱۶۰/ ح د۔
۶۴۔ مختار الصحاح/ محمد بن ابی بکر/ص ۱۲۵/ حدد۔
۶۵۔ منہج النقد فی علوم الحدیث/ ڈاکٹر نور الدین عتر/ص ۲۶۔
۶۶۔ التعریف بالقرآن والحدیث/ محمد الزنزاف/ص ۱۹۵۔
۶۷۔ کلیات ابوالبقاء/ص ۱۵۲۔
۶۸۔ تدریب/ ابن حجر/ ج ۱/ص ۲۳۔
۶۹۔ ایضاً۔
۷۰۔ المختصر فی علم الاثر (مخطوطہ)/ ابکافیجی/ص ۲۰۔
۷۱۔ ارشاد المقاصد/ بحوالہ: اصول الحدیث/ ڈاکٹر خالد علوی/ ج ۱/ص ۲۱۔
۷۲۔ منہج النقد فی علوم الحدیث/ ڈاکٹر نور الدین عتر/ص ۲۶۔
۷۳۔ القرآن/ الطّور، آیت ۳۴۔
۷۴۔ القرآن/ سبا، آیت ۱۹۔
۷۵۔ القرآن/ الانبیاء، آیت ۲۔
۷۶۔ القرآن/ الکہف، آیت ۷۰۔
۷۷۔ القرآن/ یوسف، آیت ۶۔
۷۸۔ القرآن/ النساء، آیت ۴۲۔
۷۹۔ القرآن/ التحریم، آیت ۳۔

۸۰۔ القرآن/النساء، آیت ۸۷۔
۸۱۔ القرآن/الکھف، آیت ۶۔
۸۲۔ القرآن/طٰہٰ، آیت ۹۔
۸۳۔ القرآن/البروج، آیت ۱۷۔
۸۴۔ القرآن/المرسلات، آیت ۵۰۔
۸۵۔ القرآن/الضحیٰ، آیت ۱۱۔
۸۶۔ صحیح بخاری/محمد بن اسماعیل بخاری/کتاب العلم/باب ۴۴/حدیث ۵۷۔
۸۷۔ صحیح بخاری/محمد بن اسماعیل بخاری/کتاب العلم/باب ۴۶/حدیث ۵۹۔
۸۸۔ صحیح مسلم/محمد بن مسلم/ ج ۱، باب ۲/مقدمہ الکتاب، ص ۳۰۔
۸۹۔ صحیح مسلم/محمد بن مسلم/ ج ۱، باب ۱۱/کتاب الایمان/حدیث ۶۴۔
۹۰۔ صحیح مسلم/محمد بن مسلم/ ج ۱، باب ۲۱/کتاب الایمان/حدیث ۱۰۳۔
۹۱۔ رائد الطلاب/جبران مسعود/ص ۸۷/ا لآ سی۔
۹۲۔ المورد الوسیط/ڈاکٹر روحی البعلبکی، منیر البعلبکی/ص ۵۶/ا ُ س ن۔
۹۳۔ المنجد/۔
۹۴۔ المعجم الوسیط/ڈاکٹر ابراہیم انیس ورفقاء/ج ۱/ص ۱۹/ا ُ سیا۔
۹۵۔ فیروز اللغات/فیروز سنز لمیٹڈ۔
۹۶۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۲۱۔
۹۷۔ ایضاً۔
۹۸۔ المفردات/مصطفیٰ الباز/ج ۱/ص ۲۲ (بحوالہ: تبیان القرآن/علامہ غلام رسول سعیدی/ج ۹/ص ۳۹۷۔
۹۹۔ القرآن/الممتحنہ، آیت ۴۔
۱۰۰۔ القرآن/الممتحنہ، آیت ۶۔
۱۰۱۔ موطا/امام مالک/کتاب الصلوٰۃ الیل/ج ۱، ص ۱۳۲۔
۱۰۲۔ ایضاً۔
۱۰۳۔ محسن انسانیت/نعیم صدیقی/مقدمہ ص ۳۳، ۳۴۔
۱۰۴۔ القرآن/القلم، آیت ۴۔
۱۰۵۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۲۱۔
۱۰۶۔ القرآن/البقرہ، آیت ۱۵۱۔

۱۰۷۔ القرآن/توبہ، آیت ۳۳۔
۱۰۸۔ القرآن/الانعام، آیت ۱۶۵۔
۱۰۹۔ القرآن/البقرہ، آیت ۳۰۔
۱۱۰۔ القرآن/بنی اسرائیل، آیت ۷۰۔
۱۱۱۔ اسلام ایک نظر میں/مولانا صدرالدین اصلاحی/بحوالہ: اسلامی نظریہ حیات (پروفیسر خورشید احمد)/ص ۲۰۹۔
۱۱۲۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۶۱۔
۱۱۳۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۲۱۔
۱۱۴۔ القرآن/البقرہ، آیت ۳۰۔
۱۱۵۔ القرآن/البقرہ، آیت ۲۹۔
۱۱۶۔ القرآن/البقرہ، آیت ۳۸۔
۱۱۷۔ القرآن/النحل، آیت ۴۴۔
۱۱۸۔ القرآن/النساء، آیت ۶۴۔
۱۱۹۔ القرآن/آل عمران، آیت ۳۱۔
۱۲۰۔ القرآن/الاعراف، آیت ۱۵۸۔
۱۲۱۔ اصابہ فی احوال الصحابہ/ حافظ ابن حجر/ انگریزی مقدمہ (مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳۔۱۸۶۴)۔
۱۲۲۔ خطبات مدراس (دوسرا خطبہ)/سید سلیمان ندوی۔
۱۲۳۔ خطبات مدراس (دوسرا خطبہ)/سید سلیمان ندوی۔
۱۲۴۔ جامع ترمذی/تفسیر سورۃ الانعام۔
۱۲۵۔ القرآن/الانعام، آیت ۳۳۔
۱۲۶۔ لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر خطبات/ باسورتھ اسمتھ/ص ۱۰۵۔
۱۲۷۔ القرآن/البقرہ آیت ۲۵۸۔
۱۲۸۔ القرآن/البقرہ آیت ۲۵۳۔
۱۲۹۔ الاصابہ فی احوال الصحابہ/ حافظ ابن حجر/ انگریزی مقدمہ۔
۱۳۰۔ اصح السیر/حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری/مقدمہ، ص ۸۔
۱۳۱۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۲۱۔
۱۳۲۔ محاضرات سیرت/محمود احمد غازی/ص ۲۳۔
۱۳۳۔ محاضرات سیرت/محمود احمد غازی/ص ۲۵۔